ہفت روزہ

ندائے خلافت

۱۰ مئی ۱۹۹۳ء

☆ نظام خلافت ہی اسلام کے عالمی غلبے کا دوسرا نام ہے
☆ اس ملک کو مزاری ' لغاری ' زرداری نہیں چلا سکیں گے
☆ عظیم تر اسرائیل جو فتنہ دجالیت کا ڈراپ سین ہو گا

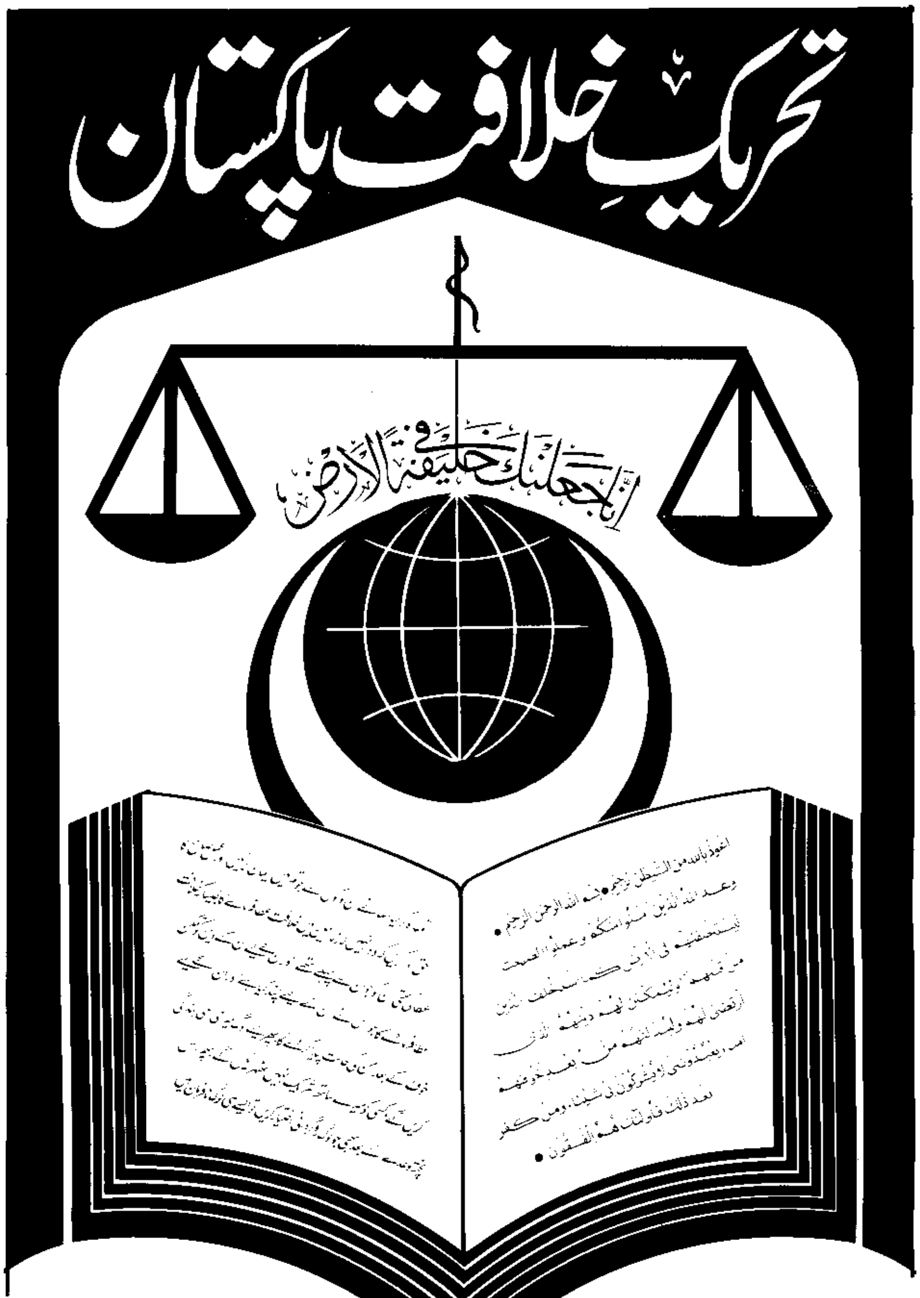

پہلا کل پاکستان خلافت کنونشن

ملتان : یکم مئی ۱۹۹۳ء

قیمت ـ ۸ روپے

اسلامی تحریکوں کو سختی سے کچلنے کی بجائے

انتخابات کے راستے پر کیوں نہ ڈالا جائے

اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

زیر نظر مضمون دراصل ڈاکٹر جان اسپازیٹو کی کتاب
"The Islamic Threat, Myth Or Reality"
پر جی ایچ جانسن کے تبصرے پر مبنی ہے جو "ٹائمز آف انڈیا" میں شائع ہوا ہے۔ اسی کتاب پر ایک دوسرا تبصرہ ایم ایچ فاروقی صاحب کا ہے جو "امپیکٹ انٹرنیشنل" لندن کے اپریل مئی ۱۹۹۳ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے۔ دونوں تبصروں کو جمع کرکے یہاں پیش کیا گیا ہے جو دلچسپ اور فکر انگیز ہیں تاہم ان سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ (ادارہ)

"مسلمان آرہے ہیں، مسلمان آرہے ہیں" مگر ڈاکٹر اسپازیٹو نے جو ہولی کراس کالج، میساچیوسٹس یو ایس اے میں مشرق وسطیٰ کے بارے میں مطالعہ کے پروفیسر ہیں اپنی معرکتہ الارا تصنیف "اسلام کا خطرہ حقیقت یا وہم" میں اسے اکثر و بیشتر وہم سے تعبیر کیا ہے اور توجہ دلائی ہے کہ احیاء اسلام کی تحریکیں ان ممالک میں زیادہ زوردار ہیں جو نسبتاً زیادہ ترقی یافتہ ہیں جیسے ایران، مصر، تیونس، الجزائر اور غالباً پاکستان بھی۔ ان تحریکوں میں جو لوگ پیش پیش ہیں وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سوجھ بوجھ کے مالک ہیں، ان میں سے اکثر سائنس کے مضامین میں یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں لہٰذا انہیں غیرمہذب یا دقیانوسی خیال کرنا حماقت ہے۔ نہ ہی چہرے مہرے سے کسی طرح یہ لوگ وحشی یا جنونی دکھائی دیتے ہیں۔ جو بھی جدید ذرائع دستیاب ہیں یہ لوگ انہیں باقاعدہ کام میں لاتے ہیں۔

اسلام دشمن طاقتیں اپنی مطلب براری کے لئے بڑی ہوشیاری سے خوف و ہراس پھیلا کر مغربی عوام کو بے وقوف بنارہی ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے کسی بھی تحریک کو ایک ہی عنوان "اسلام کا خطرہ" کے تحت لا جمع کیا ہے۔ حالانکہ یہ تحریکیں باہم اتنی ہی مختلف ہیں جتنی کہ مثال کے طور پر ایران کی نظریاتی جمہوریہ، نمیری کے سوڈان کی فوجی آمریت اور شاہ فہد کے سعودی عرب میں جاگیردارانہ ملوکیت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ چونکہ ان میں سے ہر ملک کو اسلام سے زیادہ اپنے ملکی مفادات سے غرض ہے اس لئے باہم دگر ہی نہیں اکثر ممالک باہم تصادم کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں جیسا کہ ایران اور سعودی عرب کا معاملہ ہے۔

الجزائر میں اسلامی مکتی محاذ کی اصل طاقت بے روزگار تعلیم یافتہ نوجوان ہیں جو بدعنوانیوں اور نوکر شاہی کی چیرہ دستیوں سے نالاں ہیں۔ یہی معاملہ بورقیہ کے تیونس میں "النہضہ" کا ہے جہاں فرانسیسی روشن خیالی کا دور دورہ ہے جبکہ سعودی عرب میں بالکل کھلی دھاندلی اور شاہی خاندان کی عیاشیاں بے چینی کا باعث ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسلام کو مسلح تصادم کی طرف لانے میں سب سے زیادہ خود مغرب کا ہاتھ ہے جو اسرائیل کا خالق اور پشت پناہ ہے۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں عربوں پر اسرائیل کی زبردست فتح نے نئے سرے سے اسلامی جذبہ بیدار کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر اسپازیٹو نے جہاں اس قدر پرسکون اور صاف ستھرے انداز میں اسلامی تحریکوں کا تجزیہ کیا ہے وہ زور دے کر کہتے ہیں کہ مختلف احیائی تحریکوں کے پیش کردہ پروگرام ان پیچیدہ مسائل سے عہدہ برا ہونے کے لئے ناکافی ہیں جو ایک جدید ریاست کو پیش آتے ہیں کیونکہ یہ پروگرام زیادہ تر عمومی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ان تحریکوں سے نپٹنے کے لئے جو گر تجویز کیا ہے عملی اعتبار سے وہ قابل داد ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان تحریکوں کو سختی سے کچل دینے کے بجائے انتخابات کے راستے پر ڈال کر اقتدار میں آنے دیا جائے ان کی ناتجربہ کاری اور نااہلی ازخود واضح ہوجائے گی۔ اردن میں یہی عمل کامیاب ثابت ہوا ہے (ظاہر ہے ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد کے مصداق غلط نظام کا سیاہ داغ وہ بھی اپنے ماتھے پر سجالیں گے)

جہاں تک اسلام کے خطرہ کا تعلق ہے، ڈاکٹر "اسپازیٹو" کا کہنا ہے کہ یہ صرف ان لوگوں کی اختراع ہے جو دنیا کے سامنے اسلام کی غلط تصویر پیش کرنا چاہتے ہیں ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ خطرہ ہمیشہ عیسائیت سے اسلام کو لاحق رہا۔ اس وقت جبکہ اسرائیل کے شم ہرزوگ Chaim Herzog اور مصر کے حسنی مبارک بہ یک زبان یہ کہہ رہے ہیں کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بم دھماکہ مغرب کے خلاف عالمی سطح پر "اسلام" کی سازش کا حصہ ہے اور اس کا کمیونزم کی طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا جانا چاہئے، اس کتاب نے سب کو چونکا کر رکھ دیا ہے۔ اسپازیٹو کا اپنے مغربی قارئین کے لئے جو اہم پیغام ہے وہ یہ ہے کہ "عقل سے کام لو اسلام نہیں آرہا۔ خواہ مخواہ کسی کے جال میں مت پھنسو" کم و بیش یہی باتیں فاروقی صاحب (امپیکٹ) نے ایک دوسرے انداز میں کہی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مغرب والے اسلام اور مغرب کے درمیان جس جنگ کی باتیں کر رہے تھے وہ کچھ عرصے سے بڑی تیزی کے ساتھ شروع ہوچکی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ جنگ مغرب اور مسلمانوں کے درمیان نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہورہی ہے۔ یعنی "جنگ میں پہل بہترین دفاع ہے" کا اصول اپنایا گیا ہے۔ اسرائیلی اسے "بے خبری میں جالینے" کا نام دیتے ہیں اور وہاں کے مسلمانوں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنا رکھا ہے مگر ساتھ ہی "دہشت گرد، دہشت گرد" کی رٹ بھی لگا رکھی ہے۔ جوہری ہتھیاروں کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کر رکھا ہے جو پورے مشرق وسطیٰ کو ایک سے زائد مرتبہ راکھ کا ڈھیر بنانے کے لئے کافی ہے، اس کے باوجود اپنے "تحفظ" کی ضمانت حاصل کرنے کے لئے پوری دنیا کی مدد بھی طلب کرتے ہیں۔

بھارت کو نہ اپنے کئے ہوئے وعدوں کا پاس ہے، نہ سلامتی کونسل کی قراردادوں کی پرواہ، کشمیری مسلمانوں کو ان کا تسلیم شدہ حق خود ارادیت دینے کی بجائے ان کے خلاف لوٹ مار، قتل و غارت اور

(باقی اندرونی سرورق کے دوسری جانب)

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

جلد ۲ شمارہ ۱۸

۱۰ مئی ۱۹۹۳ء

7

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی

مرکزی دفتر: ۶۷۔ اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

قیمت فی پرچہ: -/۵ روپے
سالانہ زرتعاون (اندرون پاکستان) -/۱۰۰ روپے

زرتعاون برائے بیرون پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ——— ۱۰ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ——— ۸ " "
افریقہ، ایشیا، یورپ ——— ۱۲ " "
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ——— ۱۶ " "

(اس شمارے کی قیمت — ۸ روپے)

افتتاحیہ

آیئے، آگہی تو عام کریں!

پاکستان کے قلب میں واقع برعظیم پاک و ہند کا قدیم تاریخی شہر ملتان آج پہلے کل پاکستان خلافت کنونشن کی میزبانی کر رہا ہے جہاں پورے ملک سے علاقائی خلافت کمیٹیوں کے اراکین منتخب ہو کر آئے اور مرکزی خلافت کمیٹی کی تشکیل کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اس آئینی ضرورت کی تکمیل کے ضمنی مقصد کے علاوہ جس کے حصول کے بغیر تحریک خلافت پاکستان کا تنظیمی ڈھانچہ کھڑا نہیں کیا جا سکتا، اصل ارادہ یہ ہے کہ تحریک میں عزم و ارادے اور جوش و جذبے کی روح پھونکی جائے۔ ایک لائحہ عمل دے کر عوامی ریلی میں شرکاء کو یہ احساس دلانا بھی مقصود ہے کہ غور و فکر میں بہت وقت صرف کیا جا چکا، اب تو کچھ کر گزرنے کا موقع ہے۔

وقت کا دریا اپنی رفتار سے بہتا چلا آتا ہے، اس بات سے بے نیاز کہ زمانہ کس قیامت کی چال چل گیا ہے اور اقوام و افراد نے اس دوران کیا کھویا، کیا پایا۔ ایسے بھی لوگ ہیں جنہوں نے رواں صدی میں ترقی و خوشحالی کے اوج ثریا کو چھو لیا ہے اور وہ بھی ہیں جو انحطاط و تنزل کی ڈھلوان پر مسلسل لڑھکتے چلے آ رہے ہیں۔ ہمارا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے، سوچنے کی بات ہے، کہنے سننے کی نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ گیا وقت تو ہاتھ نہیں آتا لیکن قادر مطلق در توبہ کو بند بھی نہیں کرتا۔ خود احتسابی اور تلافی مافات کی کوشش میں جان مارنے کا موقع اقوام و افراد کو میسر رہتا ہے، ہمیں بھی تاحال میسر ہے اگرچہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارے اعمال کی شامت کب اس در رحمت کو ہم پر بند کر دے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں بھی یہاں ایک تحریک خلافت اس زور شور سے اٹھی تھی کہ پورا ہندوستان گونجنے لگا۔ اس کا مقصد ترکوں کی سلطنت کو بچانا نہیں تھا۔ یورپی استعمار نے تو پوری دنیا میں کتنی ہی مسلمان حکومتوں کو تاراج کر دیا تھا۔ جتنے تخت الٹائے گئے اور جتنے تاج اچھالے گئے ان میں سے اکثر مسلمان حکمرانوں کے تھے۔ سلطان ترکی کا ہندی مسلمانوں کی گردن پر کونسا کوئی احسان تھا جسے اتارنے کے لئے وہ خود اسی استعمار کی غلامی میں مجبور زندگی بسر کرتے ہوئے بھی بپھر گئے اور سلطان کی حمایت میں سڑکوں پر آ گئے تھے۔ کوئی بھی تو نہیں، سوائے اس کے کہ ترک سلطان خلافت کے ادارے کا امین تھا اور اس کا امتیاز یہی تھا کہ وہ برائے نام ہی سہی، ایسے اختیارات، مرتبے اور عظمت کا حامل تھا جو خلافت اور صرف خلافت ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔ "سلطان معظم" نے خلعت خلافت زیب تن کر رکھی تھی، وہ امیر المومنین تھے اور یہ ان کی بادشاہی نہیں، خلافت تھی جس پر آنچ آتے دیکھ کر مسلمانان ہند جانیں نثار کرنے کو سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ "بولیں اماں محمد علی کی، جان بیٹا خلافت پہ دے دو"۔ سالخوردہ آبادی بیگم کا اپنے کڑیل بیٹوں کو یہ پیغام پورے برعظیم کے مسلمانوں میں سے ہر جوان نے خاص اپنے نام سمجھا اور تحریک خلافت کے عنوان سے وہ مل چل نکلی جو آزادی ہند کی تاریخ کا اہم ترین باب ہے۔ یاد ش بخیر، ماضی کی اس تحریک خلافت میں بھی تنظیم کا ڈھانچہ "خلافت کمیٹیوں" پر ہی کھڑا کیا گیا تھا!۔

مسلمانان ہند نے جاں گسل جدوجہد اور عدیم النظیر قربانیاں دینے کے بعد آزادی حاصل کی تو معلوم ہوا کہ جسد ملت کو اغیار کے پنجے سے چھڑاتے چھڑاتے ہم اپنی خوشی سے ان کی ذہنی غلامی قبول کر چکے ہیں اور زبانوں پر ایک علیحدہ اور اعلیٰ و ارفع نظریہ حیات کا ورد جاری رکھتے ہوئے بھی انفرادی ہی نہیں قومی زندگی کے لئے بھی جملہ اصول و ضوابط اپنے سابق آقاؤں سے ہی مستعار لینے پر مجبور ہیں۔ عہد غلامی میں ہم خلافت پر جان دیتے تھے، آزاد ہوئے تو الیکشن، ممبری، کرسی، صدارت کے دھندوں میں پھنس گئے۔ عرب بھائیوں کی کہانی ہماری داستان سے بھی زیادہ عبرتناک ہے۔ خلافت کو حرف غلط کی طرح مٹانے میں انہوں نے دشمنوں کا ساتھ دیا تھا لیکن وہ اب ملوکیت سے بھی بری طوائف الملوکی کو بھگت رہے ہیں۔ انہیں مختلف قوموں میں تقسیم کر دیا گیا جن کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں جس کی لاٹھی اس کی

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

الہدیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اور چاہئے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے خیر کی طرف' اور حکم دیتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کرتی رہے برائیوں سے'

(سورۂ آل عمران' آیت نمبر ۱۰۴)

(سورۂ آل عمران کی آیات ۱۰۲ تا ۱۰۴ میں بیان کردہ امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل میں سے تیسرا اور آخری نکتہ جس کا تعلق مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری کے ساتھ ہے' یہ ہے کہ مسلمانوں میں ہمیشہ ایک جماعت تو ایسی رہنی چاہئے جو حسب ذیل تین کام کرے: (۱) لوگوں کو خیر کی طرف بلائے' ہر بھلے اور نیک کام کی جانب لوگوں کو متوجہ کرے ..... اور اس میں کسے شک ہے کہ اس زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے سب سے بڑا خیر "قرآن حکیم" ہی تو ہے! عوام الناس کو قرآن حکیم کی طرف بلانا "دعوت الی الخیر" کا سب سے بڑا مظہر ہو گا۔ (۲) معروف کا حکم دے __ اور (۳) منکرات سے روکے __ کہ کسی اسلامی معاشرے میں مطلوبہ دینی فضا کا پیدا ہونا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ وہاں "امر بالمعروف اور نہی عن ا [illegible]" کا فریضہ بہ اہتمام ادا کیا جاتا ہو __ معاشرے کے کسی فرد یا طبقے کی طرف سے اگر اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی بغاوت کا صدور ہوتا ہو تو ضروری ہے کہ اس بری ریت کا بروقت محاسبہ اور محاکمہ کرنے والے بھی اسی معاشرے سے اٹھیں اور وہ اپنی بساط کے مطابق برائیوں اور منکرات سے روکنے کی کوشش کریں۔ معاشرے میں اگر حسنات اور خیرات کے کاموں کی طرف لوگوں کے رجحان میں کمی نظر آئے اور ایمان و یقین کی حرارت اگر سرد پڑتی محسوس ہو تو اس جانب توجہ دلانے اور نیک کاموں کی طرف راغب کرنے والے بھی موجود ہوں' اسی طرح جن لوگوں کے ہاتھوں میں قوت و اختیار ہو وہ قوت اور طاقت کے استعمال سے برائیوں کی سرکوبی کریں اور جو یہ استطاعت نہ رکھتے ہوں وہ زبان سے منکرات کے خلاف جہاد کرتے رہیں بلکہ وہ اگر یہ دیکھیں کہ معاشرے کا پورا نظام تہہ و بالا ہو چکا ہے اور حکمران طبقہ بھی نہ صرف یہ کہ منکرات کے فروغ میں برابر کا شریک ہے بلکہ دین حق کی بجائے نظام باطل کی تنفیذ و ترویج میں سرگرم عمل ہے تو اس نظام کے خلاف آواز اٹھائیں اور ایک انقلابی جماعت تشکیل دے کر قوت و طاقت کے ساتھ اس باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کریں کہ غیرت و حمیت دین کا یہ لازمی تقاضا ہے۔ بصورت دیگر بداعمالیوں اور بدعات کا سیلاب مسلمان معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا _ گویا یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ معاشرے میں ایمان و تقویٰ کی حرارت' تمسک بالقرآن کا جذبہ اور باہم اتحاد و اتفاق کی فضا برقرار رکھنے کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام و التزام لازمی و ناگزیر ہے۔)

اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ○

کہ اگرچہ فلاح و کامیابی کا دعویٰ ہم سب کو ہے لیکن قرآن حکیم تو فلاح کی گارنٹی صرف انہی کو دے رہا ہے جو نہ صرف یہ کہ خود نیکی اور تقویٰ کی راہ پر گامزن ہوں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی خیر کی طرف بلاتے اور قرآن کی جانب متوجہ کرتے رہے' اور پیہم نیکی کا حکم دیتے اور برائیوں سے منع کرتے رہے! (اللھم ربنا اجعلنا منھم)

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

جوامع الکلم

خدا کی قسم' تمہیں لازماً نیکی کا حکم دینا ہو گا اور بدی سے روکنا ہو گا اور ظالم کا ہاتھ پکڑ لینا ہو گا اور اسے جبراً حق کی جانب موڑنا اور اس پر قائم رکھنا ہو گا۔ ورنہ اللہ تمہارے دل بھی ایک دوسرے کی مانند کر دے گا اور پھر تم پر بھی اسی طرح لعنت فرمائے گا جیسے اس نے بنی اسرائیل پر کی تھی۔

(ابوداؤد بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود)

اس ملک کو مزاری‘ لغاری‘ زرداری نہیں چلا سکیں گے

بدنام زمانہ سیاست دان صدر کا ہراول دستہ تھے

پیپلز پارٹی کو چور دروازے سے ملنے والا اقتدار راس نہیں آئے گا

عبدالکریم عابد

بے نظیر صاحبہ کے ایک حامی نے دعویٰ کیا تھا کہ محترمہ بے نظیر کو دو میں سے ایک سر ضرور ملے گا‘ یا صدر اسحاق جائینگے یا وزیراعظم کو جانا ہو گا لیکن میرا خیال ہے کہ بے نظیر کی تشفی ایک سر سے نہیں ہو گی انہیں دوسرا سر بھی چاہئے اور آج نہیں تو کل صدر اسحاق بھی ایوان صدر سے نکال باہر کئے جائینگے کیونکہ ایک کے بعد دوسری اسمبلی کے خاتمے سے ان کی ساکھ کالعدم ہو گئی ہے۔ اگرچہ صدر کی کوشش یہی ہے کہ اپنے حلقہ انتخاب یعنی صوبائی اسمبلیوں کو باقی رکھیں تاکہ ان کے ووٹوں کی اکثریت محفوظ رہے لیکن صدر صاحب کی یہ چال کامیاب ثابت نہیں ہو گی اور قومی کے ساتھ صوبائی انتخابات کا مطالبہ بھی زور پکڑتا جائے گا اور انتخابات ہوتے ہیں تو سارا منظر تبدیل ہو جائے گا۔ صدر کو نہ کوئی اپنا امیدوار بنائے گا نہ آٹھویں ترمیم کو تحفظ دینے والا ہو گا۔

اس وقت نواز شریف نے "گو بابا گو" کا نعرہ اپنا لیا ہے۔ انہیں مختلف الزامات اور مقدمات میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیلا جا سکتا ہے لیکن "گو بابا گو" کا نعرہ لے کر چلنے کے لئے بہت سے اور لوگ بھی میدان میں موجود ہیں۔ اعجاز الحق بھی اس نعرہ کو اپنی نئی سیاست کا عنوان بنا سکتے ہیں‘ وہ حیرت انگیز طور پر نواز شریف کے ساتھ رہے اور استعفیٰ دینے والوں میں شامل ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ صرف اعجاز الحق ہی نہیں‘ پنجاب کا بہت بڑا اور اہم طبقہ صاف صاف صدر اسحاق سے بیزاری کا اظہار کر رہا ہے۔ تاجروں کی ہڑتال بے نظیر کے لئے نہیں ہوئی تھی‘ نواز شریف کے لئے ہوئی ہے۔ پنجاب کا موقر اخبار "نوائے وقت" نواز شریف کے ساتھ تھا اور ان کی معزولی کے بعد بھی وہ انہیں اوپر اٹھانے میں لگا ہوا ہے۔ جاوید اقبال‘ ذکی الدین پال اور پنجاب کے اس طبقہ اشرافیہ میں جس کا تعلق جاگیردار طبقہ سے نہیں ہے‘ صدر اسحاق کے اقدام کی مخالفت پائی جاتی ہے۔

پنجاب کے عوام نے نواز شریف کی تقریر کا گہرا تاثر لیا ہے۔ اس تقریر نے ان کے لہو کو گرمایا ہے جبکہ صدر اسحاق کی تقریر میں کوئی ندرت نہیں تھی‘ یہ بے نظیر حکومت کی معزولی کا ایکشن ری پلے تھا جس میں پرانی تقریر کو معمولی رد و بدل سے دہرا دیا گیا۔ سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس وقت لوگ سمجھتے تھے کہ صدر اسحاق کی بے نظیر سے اپنی ذات کے لئے کوئی جنگ نہیں تھی۔ بے نظیر نے انہیں صدر بنا لیا تھا اور جھگڑا بے نظیر کا فوج کے ساتھ تھا لیکن اس بار لوگوں کو نظر آیا ہے کہ صدر صاحب کی اپنی ذاتی لڑائی تھی اور اس لڑائی میں وہ بالکل ننگے ہو کر سامنے آئے۔ جس طرح ایوان صدر اس بار سازش گھر بنا رہا‘ ایسا پہلے کبھی نہیں تھا۔ بے نظیر کے زمانے میں بھی ہوتا یہی تھا کہ لوگ صدر سے ملتے تھے اور حکومت کے خلاف بیانات دینے لگتے تھے مگر اس کاروبار کو لوگوں نے یہ سمجھ کر نظر انداز کیا کہ معاملہ بے نظیر کا ہے‘ وہ ملک کی خیر خواہ نہیں ہیں‘ غیروں سے ساز باز رکھتی ہیں اور صدر صاحب

ملک کے خیر خواہ ہیں۔ لیکن اس بار لوگوں نے صرف صدر کو نہیں' صدر کی لابی کو بھی دیکھا۔ غلام مصطفےٰ کھر' غلام مصطفےٰ جتوئی' مولانا کوثر نیازی اور دوسرے بدنام زمانہ سیاست دان صدر کا ہراول دستہ تھے۔

پھر صدر کی اخلاقی حیثیت اس لئے بھی ختم ہو گئی کہ جس بے نظیر اور پیپلزپارٹی کے خلاف وہ لٹھ لے کر پھرتے رہے اور پیپلزپارٹی کی مخالفت میں ملک کی ایسی تیسی کرنے کے بعد وہ ایوان صدر میں بے نظیر کا استقبال کرتے ہیں اور ان کے نامزد کردہ افراد کو وزیر بناتے ہیں۔ وہ پیپلزپارٹی جو غدار تھی' آج شریک اقتدار کیسے ہو گئی؟۔ اس قلابازی کی تہہ میں ظاہر ہے کہ نہ کوئی اصول ہے نہ ایمانداری۔ یہ حقیقت ہے کہ ملک کے تین صوبوں کو وزیراعظم نہیں صدر چلا رہے تھے۔ خاص طور پر صوبہ سندھ پر انہوں نے جام صادق کو مسلط کر کے پیپلزپارٹی کا قافیہ تنگ کر دیا۔ آصف زرداری جیل میں پڑے سڑتے رہے۔ پیپلزپارٹی کے لیڈروں اور کارکنوں کو الذوالفقار کا ایجنٹ قرار دے کر انہیں ایذائیں دی گئیں۔ اب اچانک یہ پیپلزپارٹی حکمرانوں کی صف میں بیٹھی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ جب لانگ مارچ کا آغاز کیا گیا تو پیپلزپارٹی اور این ڈی اے کے سارے لوگ کہتے تھے کہ ہمارا صدر سے معاملہ ہو گیا ہے' بس دکھاوے کا لانگ مارچ کرنا ہے۔ پھر صدر اسمبلی توڑ دینگے لیکن عین اس لانگ مارچ کے موقع پر صدر نے قوم سے خطاب کیا' نواز شریف حکومت کو اپنی تائید و تعریف کا سرٹیفکیٹ عطا کیا اور جو لوگ وزیراعظم کے خلاف باتیں بنا رہے تھے ان کی مذمت کی اور کہا یہ بلبل ہزار داستان اور اخبارات مل کر جھوٹ پھیلا رہے ہیں ورنہ وہ تو نواز شریف کے ساتھ ہیں۔

اس تقریر کے تین ماہ بعد وہ ٹی وی پر نصف شب کو آ کر کہہ رہے ہیں کہ نواز شریف تو ملک برباد کر رہا تھا۔ اس کا تو آصف نواز کے قتل کے سلسلہ میں بھی نام لیا جا رہا ہے مگر لوگوں نے سوچا اور پوچھا کہ یہ سب کچھ صدر صاحب کو اتنی دیر سے کیوں یاد آیا۔ نواز شریف تو جیسے بھی تھے اپنی وزارت اعلیٰ کے زمانے سے ہی تھے' وزیراعظم بننے سے پہلے ہی ان کے بارے میں سب کچھ کہا جاتا رہا لیکن اس سارے عرصہ میں صدر اسحاق نے نہ کچھ سنا نہ کچھ دیکھا اور نہ وہ کچھ بولے اگر بولے بھی تو نواز شریف کے حق میں بولے' اب مخالفت میں آئے ہیں تو یہ اس لئے ہے کہ حکمران سازشی طبقہ میں پھوٹ پڑ گئی ہے اور سازش کے ذریعہ جس اقتدار کے تانے بانے بنائے جاتے ہیں وہ سازش ہی کے نتیجے میں ٹوٹ جاتے ہیں۔

صدر اسحاق اور نواز شریف دونوں کے اقتدار کے پیچھے سازش تھی' خفیہ ایجنسیوں کی کارکردگی تھی' ہارس ٹریڈنگ تھی اور اندھی طاقت کا ڈنڈا تھا۔ سازش جب بھی ہوتی ہے تو پھر سازش در سازش چلتی ہے۔ آنے والے دنوں میں دونوں کیمپ سازشوں کے نئے نئے راز بے نقاب کرینگے۔ اس سے صدر اسحاق کی رہی سہی ساکھ کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ اگر صدر ابتدا سے صحیح معنوں میں سیاست سے الگ رہتے' ایک بزرگ قوم کا کردار ادا کرتے' لڑنے والوں میں صلح کراتے' نصیحت کا حق ادا کرتے تو ان کی عزت ہوتی لیکن پہلے انہوں نے نواز شریف کے ذریعہ بے نظیر کے خلاف سازش کی اور اب بے نظیر سے مل کر نواز شریف کے خلاف سازش کے مرتکب ہوئے۔ اس سازش کے لئے انہوں نے استعمال بھی نہایت گھٹیا درجہ کے لاوارث سیاستدانوں کو کیا ہے۔

ان تمام باتوں کے بعد یہ سمجھنا کہ پاکستان کے عوام بے وقوف ہیں اور وہ کچھ نہیں سمجھ سکیں گے' غلط ہو گا۔ عوام موقع کے منتظر تھے اور انہیں صدر کے خلاف اپنی بھڑاس نکالنے کا موقع مل رہا ہے۔ تاہم اگر واقعی نوے دن میں الیکشن ہوتے ہیں اور غیر جانبدارانہ اور دیانت دارانہ ہوتے ہیں تو لوگوں کو صبر کرنا چاہئے اور الیکشن میں ووٹ کے ذریعہ فیصلہ دینا چاہئے۔ لیکن اگر حکمران الیکشن سے بھاگتے ہیں' بدترین قسم کے فیوڈل اور موقع پرست عناصر کو جمع کر کے قوم پر کسی مینڈیٹ کے بغیر مسلط ہونا چاہتے ہیں تو تصادم ضرور ہو گا۔ خاص طور پر پنجاب اب ایک ایسی ذہنی اور جذباتی سطح پر پہنچ گیا ہے جہاں اس کو مزاری' لغاری' زرداری' جتوئی' پگارا' بگٹی اور جمالی وغیرہ کنٹرول نہیں کر سکیں گے اور اس سارے کوڑے کرکٹ کا انبار ملک پر مسلط نہیں کیا جا سکے گا۔ عوام الیکشن چاہینگے اور صرف نواز شریف کا گروہ نہیں' باقی جماعتیں بھی الیکشن کی طلب گار ہو نگی۔

خود پیپلزپارٹی کا مفاد بھی اس میں ہے کہ وہ چور دروازے سے اقتدار نہ لے' الیکشن کے ذریعہ سے' ورنہ اسٹابلشمنٹ کی ساتھی بننے کی کوشش میں پیپلز پارٹی پہلے بھی ناکام رہی ہے آئندہ بھی ناکام ہو گی اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اسٹابلشمنٹ بدنیت ہے' وہ کسی سیاسی جماعت سے مخلص نہیں خاص طور پر پیپلزپارٹی کی کڑوی گولی وہ نگلے گی؟ نہیں بلکہ آنکھ بچا کر پھینک دیگی۔ بہتر ہے کہ بے نظیر بھی ایوان صدر کی سیاست سے باہر آ کر عوام کی سیاست کریں۔ علی بابا چالیس چوروں کے ساتھ اپنے آپ کو خوار نہ کریں۔

جہاں تک نواز شریف کا تعلق ہے' در توبہ ابھی بند نہیں ہوا مگر انہیں اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا ہو گا' سختیاں جھیلنی ہو نگی' آصف زرداری سے زیادہ نہیں تو ان کے برابر کا برا وقت ضرور کاٹنا ہو گا۔ اگر آدمی سچے دل سے توبہ کرے تو خدا اور خلق خدا دونوں سے معافی مل سکتی ہے۔ مسلمانوں کا خدا بھی بڑا رحمان و رحیم ہے اور مسلمان قوم بھی پرانی باتوں کو بھول جانے کی عادی ہے۔ بھٹو کیا تھے' ان کا ماضی ہر ایک کے سامنے تھا کہ مادر ملت فاطمہ جناح کے مقابلے میں ایوب خاں کے دست راست بن کر بھرے جلسے میں کہتے تھے کہ مجھے ایوب کا چمچہ ہونے پر فخر ہے اور تمام ڈپٹی کمشنروں کو کنونشن لیگ کا ضلعی سیکریٹری بنا دینا چاہئے مگر بھٹو بھی جب ایوبی دربار سے دھتکارے گئے اور قوم میں آئے تو لوگوں نے انہیں ان کے نئے جذبات اور خیالات کی وجہ سے سر پر بٹھایا' ان سے امید باندھی جو پوری نہیں ہوئی تب بھی بھٹو کا نام عزت سے لینے والے آج بھی موجود ہیں۔ عدالت سے پھانسی کا فیصلہ بھی اس عزت کو متاثر نہیں کر سکا ہے۔ اس طرح نواز شریف اور ان کے ساتھی بھی واقعی عوام میں آتے ہیں' ان کی امنگوں اور جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں اور انہیں کوئی راستہ بتاتے ہیں تو ان کے چاہنے والے موجود رہینگے اور وہ سیاست کے لئے ایک مستقل بنیاد حاصل کریں گے لیکن شرط یہی ہے کہ جس طرح بھٹو نے جوہر قابل اکھٹے کئے تھے اور کارکن طبقہ پیدا کیا تھا' ایسے ہی یہ بھی اپنے آپ کو منظم کریں اور قوم کو فکر و نظر اور عزم و عمل کا سرمایہ مہیا کریں تو آخر ہماری سیاست کو چلانے کے لئے فرشتے نہیں آئیں گے' اسے گناہ گار لوگ ہی چلائیں گے۔

اور وہ جو خالص نظریاتی گروہ ہے اور اہل ایمان کا کردار ادا کرنا چاہتا ہے' اسے اس گندی سیاست سے الگ رہ کر نظریاتی کام میں لگا رہنا چاہئے' کسی شارٹ کٹ کی فکر میں نہیں پڑنا چاہئے اس کا انقلاب لانبے' تھکا دینے والے راستوں کو طے کرنے کے بعد ہی آئے گا' اس سے پہلے نہیں ○○

نظام خلافت ہی اسلام کے عالمی غلبے کا دوسرا نام ہے

خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ

پاکستان میں اس کے امکانات، خدوخال اور قیام کا طریق کار۔

داعی تحریک خلافت پاکستان' ڈاکٹر اسرار احمد کا اس موضوع پر جامع ترین خطاب

نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۔ امّا بعد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم ٥ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ٥

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥ (سورۃ النور، آیت ۵۵)

"وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائیں اور عمل صالح کا حق ادا کریں کہ وہ انہیں ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا' جیسا کہ خلافت عطا کی تھی ان کو جو ان سے پہلے تھے۔ اور ان کے لئے ان کے دین کو تمکن عطا فرمادے گا جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے' اور ان کے لئے خوف کے بعد امن کی حالت پیدا کردے گا۔ پھر ایسے لوگ میری ہی بندگی کریں گے' کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ پھر اس (قدر پختہ وعدے) کے بعد بھی جو لوگ روگردانی اختیار کریں (یعنی ایمان و عمل صالح کے تقاضے پورے نہ کریں) تو ایسے ہی لوگ فاسق (فرمان) ہیں۔"

آج میں امت مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ کے حوالے سے آپ سے کچھ گفتگو کروں گا اور کچھ بات مستقبل کے بارے میں ہوگی۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم زمانہ حال ہی میں گم رہنے کے عادی ہو چکے ہیں' جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا تھا۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

زمانہ حال کے اندر گم ہو جانا بھی در حقیقت اللہ تعالیٰ سے دور ہو جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مطلوب شئے تو یہ ہے کہ ماضی سے رشتہ استوار رکھو' مستقبل کی فکر کرو اور ان دونوں کو سامنے رکھتے ہوئے زمانہ حال میں اپنے طرز عمل کا تعین کرو لیکن اگر صورت یہ ہو کہ ماضی سے بھی رشتہ کٹا ہوا ہو' مستقبل کی بھی فکر نہ ہو تو پھر انسان زمانہ حال کے اندر گم ہو کر رہ جاتا ہے اور یہ چیز انسان کو ایمان کی بجائے کفر کی طرف لے جاتی ہے۔

اللہ کے تین مشروط وعدے

سورۃ النور کی آیت نمبر ۵۵ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے تین نہایت ہی موکد وعدے فرمائے ہیں' اگرچہ ہر وعدہ مشروط ہے۔ جیسے دوسرے مقامات پر فرمایا: "ان تنصروا اللہ ینصرکم" (اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا) اور "فاذکرونی اذکرکم" (تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔) اسی طرح کا مضمون حدیث میں بھی آیا ہے' فرمایا: "میرا بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی جانب دوڑ کر آتا ہوں' میرا بندہ میری طرف بالشت بھر آتا ہے تو میں اس کی طرف ہاتھ بھر آتا ہوں۔" لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ بندہ تو اپنا رخ شیطان کی طرف کئے ہوئے ہو اور اللہ تعالیٰ پھر بھی اس کی طرف متوجہ رہے۔ اگر ہم اللہ کی طرف رخ کرلیں' توجہ کرلیں تو وہ سراپا رحمت ذات بروقت رحمت کی بارش برسانے کے لئے تیار ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہرو منزل ہی نہیں

زیر گفتگو آیت میں بھی اس قاعدہ کلیہ کے حوالے سے دو شرطیں موجود ہیں' یعنی ایمان اور عمل صالح۔ "وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت" یہ خطاب مسلمانوں سے ہے۔ مدینہ میں مسلمانوں کے مابین منافقین کا گروہ بھی موجود تھا چنانچہ یہ وعدہ منافقوں سے نہیں' نام کے مسلمانوں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ان مسلمانوں سے ہے جو ایمان اور عمل صالح کا حق ادا کرنے والے ہوں' پہلے خود اپنے اوپر اللہ کے دین کو قائم کرنے والے ہوں' اپنی ذات کی حد تک اللہ کے خلیفہ بن گئے ہوں' اپنے گھر اور اپنے دائرہ اختیار میں اللہ تعالیٰ کی خلافت کا تقاضا پورا کرتے ہوں اور پھر مل جل کر طاقت اور قوت حاصل کرکے باطل سے ٹکرانے اور پنجہ آزمائی کرنے کو مستعد ہوں۔ باطل نظام سے ٹکر لئے بغیر کام نہیں بنتا' چھوٹے سے چھوٹا پودا بھی آسانی سے اپنی جڑ نہیں چھوڑتا' ایک جمے ہوئے درخت کو اکھاڑنے کے لئے تو بڑی قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح رائج الوقت باطل نظام آسانی سے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے لوگوں کو اپنی جانوں کی قربانی پیش کرنا پڑے گی' خون کی ندیاں بہانا پڑیں گی۔ اگر صحابہ کرامؓ کو اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنا پڑا تو ہم میں سے کون ایسا ہے جو اس سے استثناء چاہتا ہو؟ اگر آنحضورؐ کا خون طائف کی سرزمین میں جذب ہوا اور

آپ کا خون دامن احد میں بھی گرا تو اور کون شخص یہ کہے گا کہ خون دیئے بغیر ایسا ہو سکتا ہے۔

ہمارے سامنے تو کتنی ہی روشن اور تابناک مثالیں موجود ہیں۔ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جہاد اگر ہو گا تو ہمارے لئے اللہ کے تین وعدے ہیں جو اس آیہ مبارکہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ ہمیں لازماً زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جیسے اس سے پہلے عطا کی گئی تھی۔ بنی اسرائیل بھی اسی زمرے میں آتے ہیں اور حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو بڑی ہی عظیم الشان مملکت عطا کی گئی تھی۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہوا پر بھی تھی' ان کی حکومت جنات پر بھی تھی۔ یہ استخلاف اللہ نے حضرت سلیمانؑ کو عطا فرمایا تھا۔ مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ تمہیں ایسا ہی بلکہ اس سے بھی بڑا استخلاف عطاف فرمائے گا اگر تم ایمان اور عمل صالح کا حق ادا کرو گے۔ دوسرا وعدہ یہ کہ اس دین کو جسے اللہ نے تمہارے لئے پسند فرما لیا ہے' تمکن عطا کرے گا' کیوں کہ حق کا یہ حق ہے کہ وہ غالب ہو نہ کہ مغلوب۔ مغلوب تو باطل کو ہونا چاہئے "الحق یعلوا ولا یعلی علیہ" حق تو غالب رہنے کے لئے آیا ہے جب کہ مغلوبیت باطل کا شیوہ ہے۔ تاہم حق کے غلبے کے لئے اہل حق کو قربانی دینا پڑتی ہے۔ تیسرا وعدہ یہ ہے کہ وہ ہماری خوف کی حالت کو حالت امن سے بدل دے گا۔ خوف کی یہ حالت مکہ میں بھی تھی' جب صحابہؓ کو ستایا جاتا تھا' ایذائیں پہنچائی جا رہی تھیں۔ مدینہ میں بھی ہر وقت خوف کی حالت طاری تھی' کبھی مکہ سے مشرکین کی فوجوں کی آمد کا خطرہ رہتا تو کبھی مشرق سے یہودیوں کی سازشیں تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس صورت حال کو امن سے بدل دیا۔

ان تین موکد وعدوں کا نتیجہ بیان فرماتے ہوئے کہا کہ پھر یہ لوگ میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ یہی سو باتوں کی ایک بات ہے اور دین کی حقیقت بھی یہی ہے۔ اسلام دین توحید ہے۔ بندگی' اطاعت' قانون' حکم سب اللہ کا ہے کہ "ان الحکم الا للہ امر الا تعبدوا الا ایاہ" (حکم دینے کا اختیار سوائے اللہ کے کسی کو بھی حاصل نہیں ہے اور اسی نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی اور اطاعت نہیں ہو گی۔) فرمایا: "و من کفر بعد ذلک فاو لئک ھم الفاسقون" اتنے پختہ وعدوں کے بعد بھی اگر لوگوں کو اعتبار نہ آئے اور پھر بھی مسلمان اپنی جان اور مال لگانے کو تیار نہ ہوں' یہ لوگ پھر بھی اس کے لئے کمر ہمت کسنے کے لئے تیار نہ ہوں اور اتنے پختہ وعدوں کی بھی ناقدری کریں تو پھر یہ لوگ فاسق ہیں' اللہ تعالیٰ ان سے اپنی نگاہ کرم پھیر لے گا۔

امت مسلمہ کے پانچ ادوار۔ حدیث نبویؐ کی روشنی میں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُم مَاشَاءَ اللهُ اَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللهُ إِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُونُ مَاشَاءَ اللهُ اَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًا فَتَكُونُ مَاشَاءَ اللهُ اَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللهُ اَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيًّا فَتَكُونَ مَاشَاءَ اللهُ اَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، ثُمَّ سَكَتَ۔

(رواہ احمد: عن النعمان بن بشیرؓ)

سورۃ النور کی اس آیت میں خلافت ارضی کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کیا ہے' وہ ایک مرتبہ پورا ہو چکا ہے۔ خود حضورؐ کی زندگی میں سرزمین عرب پر غلبہ دین مکمل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد خلافت راشدہ کے عہد میں پورا شمالی افریقہ اور مشرق میں پورا ترکستان کا علاقہ' جو ۷۰ برس کے بعد روسی استبداد کے پنجے سے اب آزاد ہو رہا ہے' اسلامی ریاست میں شامل ہو گیا۔ گویا بحر اوقیانوس سے دریائے جیحوں تک کے پورے علاقے میں خلافت کا نظام قائم ہو گیا۔ یوں خلافت ارضی کے وعدہ الٰہی کی تکمیل ہو گئی' قیصر و کسریٰ کی بادشاہتیں ختم ہو گئیں' کرۂ ارضی کے ایک بڑے حصے پر اللہ کا دین غالب ہو گیا اور اللہ کی حاکمیت قائم ہو گئی۔ یہ سب کچھ ہمیں بھی تاریخی اعتبار سے معلوم ہے اور دنیا بھی اس حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتی۔

خلافت کے قیام کی پیشین گوئی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ دنیا کے خاتمے سے پہلے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا یہ نظام بالفعل دوبارہ قائم ہو گا اور خلافت کے اس نظام کا غلبہ اب عالمی سطح پر پورے کرہ ارضی پر ہو گا۔ وہ صرف بحر اوقیانوس سے دریائے جیحوں تک ہی نہیں ہو گا بلکہ کل زمین پر ہو گا۔ شاید آج کے حالات میں لوگوں کو یہ باتیں بڑی عجیب لگیں کہ آج تو مسلمان پسماندہ ہیں' مغلوب ہیں' دبے ہوئے ہیں' امریکہ کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مگر ان سب حالات کے باوجود احادیث نبویہؐ کیا کہتی ہیں' آیئے دیکھتے ہیں۔ مسند احمد میں موجود حدیث کے مطابق حضورؐ نے پانچ ادوار کا ذکر فرمایا۔ چشم تصور سے ملاحظہ فرمایئے' حضورؐ صحابہؓ کے سامنے خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اور یہ خبر دے رہے ہیں' آپؐ نے فرمایا:

تکون النبوۃ فیکم ماشاء اللہ ان تکون' ثم یرفعہا اللہ اذا شاء ان یرفعہا
"تمہارے اندر نبوت کا دور رہے گا جب تک کہ اللہ چاہے کہ رہے' پھر اللہ اسے اٹھا لے گا جب اٹھانا چاہے گا۔"

یعنی جب تک حضورؐ موجود رہے' مجسم نبوت کا دور جاری رہا اور پھر حضورؐ "اللھم فی الرفیق الاعلیٰ" کہتے ہوئے دنیا سے پردہ فرما گئے تو وہ دور ختم ہو گیا۔ پھر حضورؐ نے دوسرے دور کا ذکر فرمایا'

"ثم تکون خلافہ علی منہاج النبوۃ"
"پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو گی۔"

یعنی نبوت کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے طریق نبوت پر خلافت قائم ہو گی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو دین حق کے غلبہ کے لئے مبعوث فرمایا تھا' آپؐ کو اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ نبوت کا یہ مشن خود حضورؐ کی زندگی میں جزیرہ نمائے عرب کی حد تک تو پورا ہو گیا تھا مگر اسے ابھی آگے بڑھنا تھا لہٰذا وہ آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ

فتکون ماشاء الله ان تکون ثم یر فعها الله اذا شاء ان یرفعها

"پس یہ (دوسرا دور بھی) جاری رہے گا جب تک اللہ چاہے گا کہ رہے۔ پھر اللہ جب چاہے گا اسے بھی اٹھالے گا۔"

اس کے بعد حضورؐ نے تیسرے دور کے بارے میں فرمایا:

ثم تکون ملکا عاضا

"اس کے بعد کاٹ کھانے والی حکومت کا دور آئے گا"

کٹکھنی حکومت کا یہ دور بنوامیہ اور بنو عباس کی ملوکیت کا دور ہے۔ خلافت تو در حقیقت حضرت حسنؓ پر ختم ہو گئی تھی' چنانچہ اہل سنت حضرت معاویہؓ کے دور حکومت کو عہد خلافت راشدہ میں شامل نہیں کرتے۔ اسی ملوکیت کے دور ہی میں کربلا کا حادثہ فاجعہ رونما ہوا جس میں حضرت حسینؓ اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ شہید کر دیئے گئے' پھر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو مکے میں شہید کیا گیا۔ اسی عہد ملوکیت میں واقعہ حرہ کے نتیجے میں مدینۃ النبیؐ تباہ ہوا۔ اسی دور ملوکیت میں حجاج ابن یوسف کے ہاتھوں سینکڑوں تابعیؒ شہید ہوئے' محمد ابن قاسم کو سندھ سے واپس بلا کر شہید کر دیا گیا' اس لئے کہ بادشاہت کا تو یہ خاصہ ہوتا ہے کہ بادشاہ کسی دوسرے شخص کے مقبول ہونے سے ڈرنے لگتا ہے۔ بادشاہوں کے سامنے اپنے ذاتی مفادات ہوتے ہیں جن کو حاصل کرنے کے لئے وہ لوگوں پر ظلم وستم کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔ حضورؐ کے فرمان کے مطابق یہی دور ملوکیت کاٹ کھانے والی حکومتوں کا دور ہے۔ اس کے بارے میں آنحضورؐ نے فرمایا:

فیکون ماشاء الله ان تکون ثم یرفعها اذ شاء الله ان یرفعها

"یہ دور بھی رہے گا جب تک اللہ چاہے گا' پھر اللہ جب چاہے گا اسے بھی ختم فرمادے گا۔"

پھر حضورؐ نے چوتھے دور کا ذکر فرمایا:

ثم تکون ملکا جبریا

"پھر جابرانہ بادشاہت کا ایک دور آئے گا۔"

آج چودہ سو برس کی تاریخ کھلی کتاب کی مانند ہمارے سامنے موجود ہے جس کی وجہ سے ہم یہ باتیں بہت اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ مجبوری کی حکومت سے مراد غیروں کی غلامی کا زمانہ ہے۔ کسی علاقے پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا تو کہیں فرانسیسیوں نے' کہیں ولندیزیوں نے اور کہیں اطالویوں نے اپنے پنجے گاڑ لئے۔ بنوامیہ اور بنو عباس کے خلفاء چاہے خلفاء راشدین نہیں تھے مگر تھے تو مسلمان ہی۔ پھر انہی میں سے اچھے لوگ بھی سامنے آئے' انہیں میں عبدالملک بن مروانؒ جیسے بڑے محدث اور فقیہ انسان بھی تھے اور عمر بن عبدالعزیزؒ بھی جنہیں خلیفہ راشد تسلیم کیا جاتا ہے۔ جب یہ دور بھی ختم ہوا تو غیروں کی حکومت آگئی۔ برصغیر کی یہ سرزمین انگریزوں کے تسلط میں آنے سے پہلے سکھوں کے قبضے میں تھی۔ دور غلامی کی یہ حکومت آہستہ آہستہ تمام مسلم علاقوں سے ختم ہو گئی ہے۔ اگرچہ غلامی کا یہ دور ابھی پورے طور پر ختم نہیں ہوا۔ انڈونیشیا آزاد ہوا' ملائیشیا آزاد ہوا' تمام عرب ممالک آزاد ہوئے مگر ذہنی غلامی جوں کی توں قائم ہے' تہذیبی غلامی پہلے سے بھی زیادہ ہے' معاشی غلامی کے بندھنوں میں بھی ہم جکڑے ہوئے ہیں۔ ہماری اس حالت کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

مملکت خداداد پاکستان میں ہم آج بھی انگریز کے چھوڑے ہوئے نظام کو جوں کا توں لے کر چل رہے ہیں۔ سیاسی نظام بھی وہی' تمدنی اقدار بھی وہی' معاشی نظام بھی وہی' غرض سارا نظام وہی۔

یہ دور جس میں ہم سانس لے رہے ہیں یہ چوتھے اور پانچویں دور کا درمیانی عرصہ ہے۔ اس دور کے اختتام پر پانچواں دور آئے گا۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس دور سعید کو جلد لائے اور اس دور کو لانے کے لئے اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں کو قبول فرمالے۔ ہماری کامیابی اسی میں ہے کہ ہم اس راہ میں اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ دور لازماً آکر رہے گا جس کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی ہے کہ آپؐ سچے ہیں اور آپؐ کے سچے ہونے کی گواہی دی گئی ہے' لہٰذا آپؐ کی دی ہوئی خبر کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔ حضورؐ نے پانچویں دور کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة

"پھر خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہو گی۔"

یعنی پھر پہلے ہی کی طرح خلافت کا دور آئے گا جو نبوت ہی کے نقشے پر قائم ہو گا' نبوت کے مشن کے لئے ہو گا۔ راوی کے مطابق ان پانچ ادوار کی خبر دینے کے بعد حضورؐ نے سکوت اختیار فرمایا۔ حدیث کے آخری الفاظ ہیں:

ثم سکت

"پھر آپؐ خاموش ہو گئے"

معلوم ہوا کہ اس پانچویں دور پر ہی دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس وقت نوع انسانی پانچویں دور کی دہلیز پر کھڑی نظر آ رہی ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا اب جب نظام خلافت قائم ہو گا تو وہ عالمی سطح پر قائم ہو گا۔ اس ضمن میں آنحضورؐ کا ارشاد مبارک ملاحظہ فرمائیے۔ یہ حدیث حضرت ثوبانؓ سے صحیح مسلم میں روایت کی گئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا:

ان الله زوی لی الارض فرایت مشارقها و مغاربها

"اللہ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا' پس میں نے زمین کے سارے مشرق بھی دیکھ لئے اور سارے مغرب بھی۔"

وان امتی سیبلغ ملکها ما زوی لی منها

"میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو مجھے لپیٹ کر دکھائے گئے۔"

ایک اور حدیث میں جو مسند احمدؒ کی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یبقی علی ظهر الارض بیت مدر و لا وبر الا ادخله الله کلمة الاسلام' بعز عزیز و ذل ذلیل

"روئے ارضی پر نہ کوئی گھر جو اینٹ گارے سے بنا ہوا ہو باقی بچے گا' نہ کمبلوں سے بنا ہوا خیمہ جس میں اللہ کلمہ اسلام کو داخل نہ کردے! خواہ کسی سعادت مند کو عزت دے کر خواہ کسی بدبخت کی مغلوبیت کے ذریعے-----"

یعنی اس داخلے کی دو شکلیں ہوں گی۔ یا تو عزت والے کے اعزاز کے ساتھ یا ذلیل کی تذلیل کے ساتھ

اما یعزهم الله فیجعلهم من اهلها' او یذلهم فیدینون لها

"یا تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عزت عطا فرمادے گا کہ انہیں اس (کلمہ اسلام) کا قائل و حامل بنا دے گا' یا انہیں مغلوب فرمادے گا کہ اس کے محکوم بن جائیں۔"

یعنی اگر گھر والا خود اپنی مرضی سے اسلام کو قبول کر لے گا تو یہ صورت اعزاز کی ہوگی' اس لئے کہ "و لله العزة ولرسوله و للمومنين" کہ عزت تو اللہ کا حق ہے' اس کے رسول اور اہل ایمان کا حق ہے۔ چنانچہ گھر والا اسلام قبول کر کے اس عزت میں شامل ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ اسلام قبول نہیں کرے گا تو اسلام تب بھی اس کے گھر میں داخل ہو گا۔ اس صورت میں اسے جزیہ دینا ہو گا' از روئے فرمان الٰہی: "یعطوا الجزیه عن ید و هم صاغرون" "اسے اسلام کی بالادستی قبول کرنا ہو گی' اسے اسلامی قانون کی پابندی کا عہد کرنا ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت راشدہ کے عہد میں اسلامی افواج کا کمانڈر ہمیشہ دشمن کے سامنے تین باتیں رکھتا تھا۔ ایک یہ کہ اسلام لے آؤ تو تم لوگوں کو ہمارے جیسی حیثیت حاصل ہو جائے گی' تمہاری جان' تمہارا مال' تمہاری عزت' اتنی ہی محترم ہو گی جتنی خود ہماری ہے' تم ہمارے برابر کے بھائی بن جاؤ گے ---- اگر تمہیں یہ صورت قبول نہیں تو تم اپنے مذہب پر رہتے ہوئے ہمیں جزیہ ادا کرو اور اللہ کے دین کی بالادستی کو تسلیم کرلو ---- لیکن اگر تمہیں یہ شرط بھی قبول نہیں تو میدان میں آؤ' تلوار ہمارے اور تمہارے مابین فیصلہ کر دے گی۔ اسلامی تاریخ سے اس حد تک ہر مسلمان واقف ہے کہ ہر جنگ سے پہلے یہی تین باتیں کہی جاتی تھیں' چوتھی بات کوئی نہ تھی کہ حقیقی مسلمان کفر کے غلبے کو برداشت کر ہی نہیں سکتا۔ ہاں اگر اس کی طاقت نہیں تو کفر کے غلبے کو ختم کرنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ اسی جدوجہد میں جان دے دے تو ایسا شخص اللہ کے ہاں کامیاب سمجھا جائے گا۔

احیاءِ خلافت کی جدوجہد کا نبوی طریق

ان احادیث کے حوالے سے یہ بات بخوبی واضح ہو چکی ہے۔ کہ خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور دوبارہ آئے گا اور یہ خلافت عالمی سطح پر قائم ہو گی۔ اس تصور کو قرآن مجید نے بھی بیان کیا ہے۔ آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ میرا بنیادی کام ہی قرآن مجید کو پڑھنا اور پڑھانا ہے۔ ہماری دعوت کا پہلا قدم "رجوع الی القرآن" ہے۔ اسی مشن میں میری پوری عمر لگ گئی ہے اور اب میرا آخری قدم "رجوع الی الخلافت" ہے۔ حضورؐ نے مکے میں قرآن پڑھ کر سنایا اور مدینے میں خلافت کا نظام قائم فرما دیا۔ یہی تدریج اور یہی طریقہ ہے جو میں نے حضورؐ کی سیرت سے سیکھا ہے۔ حضورؐ کے ہاتھوں یہ مشن بالفعل پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تھا' لیکن ہم اگر اسی کام میں اپنی جانیں لگا دیں اور کھپا دیں تو ہماری کامیابی ہی کامیابی ہے۔ حضرت حمزہؓ نے بھی تو اپنی آنکھوں سے اسلام کا غلبہ نہیں دیکھا کہ وہ تو غزوہ احد میں ہی شہید کر دیئے گئے تھے۔ حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ مکہ ہی میں شہید کر دیئے گئے تھے' انہیں بھی اسلام کا غلبہ دیکھنا تو کیا' مدینہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ لیکن کیا معاذ اللہ یہ ناکام ٹھہرے؟۔ اسی طرح ہم نظام خلافت کی جدوجہد ہی میں اپنی جان دے دیں تو ہم کامیاب ہوں گے' بشرطیکہ یہ یقین رہے کہ نظام خلافت کا قیام ہو کر رہے گا۔

حضورؐ کا مقصد بعثت دین کا غلبہ تھا' جسے قرآن حکیم میں تین بار ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا:

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله

"وہی (اللہ) ہے جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو ہدایت تامہ (قرآن حکیم) اور دین حق کے ساتھ' تاکہ اسے غالب کردے کل کے کل دین پر" ایک اور جگہ فرمایا گیا:

وما ارسلنک الا کافة للناس بشیرا و نذیرا"

"(اے نبیؐ) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپؐ کو مگر تمام انسانوں کے لئے بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر!"

ان دونوں باتوں کو باہم جوڑنے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اگر پورے عالم ارضی پر دین کا غلبہ نہ ہو حضورؐ کا مقصد بعثت شرمندہ تکمیل رہتا ہے۔ یہی بات علامہ اقبال نے کہی تھی۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

پورا کرہ ارضی جب تک نور توحید سے جگمگا نہیں جاتا اس وقت تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مشن جاری رہے گا۔ جیسے کبھی میدان بدر اور دامن احد میں حق و باطل کی معرکہ آرائی تھی ویسے ہی حق و باطل کا معرکہ آج بھی جاری ہے۔ اسے دیکھنے کے لئے بصیرت چاہئے' بصارت چاہئے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

ہاں' ایک وقت آکر رہے گا جب شرار بولہبی بجھ جائے گا اور چراغ مصطفویؐ سے چہار دانگ عالم منور ہو جائے گا۔

موجودہ حالات اور اسلام کا مستقبل

یہ تو ماضی اور مستقبل کی بات ہوئی' اب کچھ زمانہ حال کی بات بھی ہو جائے۔ زمانہ حال کا معاملہ بہت مایوس کن ہے۔ اس وقت دنیا کی کل آبادی ۶ ارب کے قریب ہے جس میں سوا ارب کے قریب مسلمان ہیں۔ اٹھارہ کروڑ مسلمان صرف بھارت میں ہیں۔ تیل کی دولت بھی مسلمانوں کے پاس ہے' افرادی قوت بھی وافر مقدار میں میسر ہے' زرعی رقبہ بھی ہے لیکن اس سب کے باوجود عزت نام کی کوئی شے مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کی کوئی حیثیت نہیں' ہماری قسمت کے فیصلے کہیں اور ہوتے ہیں' ہماری منصوبہ بندی کسی اور جگہ تشکیل پاتی ہے' ہمارا بجٹ کوئی اور طاقت منظور کرتی ہے' اشیاء صرف کے نرخوں کا تعین بھی باہر ہی سے ہوتا ہے۔ غرضیکہ نہایت ہی تشویش ناک اور مایوس کن صورت حال کا سامنا ہے۔ ان حالات میں میں کون ہوتا ہوں آپ حضرات کو خوشخبری سنانے والا؟ لیکن میں تو نقل کرنے والا ہوں' میں تو حضورؐ کی بات آپ کو سنا رہا ہوں' جو میرے لئے بھی قطعی الثبوت ہے اور آپ کے لئے بھی قابل یقین ہے ہی نہیں واجب یقین ہے۔ تو اگرچہ اس وقت کے حالات کے اعتبار سے تو معاملہ بہت مختلف ہے۔ نہ تو ہماری کہیں عزت ہے اور نہ ہی ہمیں حقیقی آزادی حاصل ہے۔ لیکن ایسے میں میں آپ کو عالمی سطح پر نظام خلافت کے قیام کی خبر دے رہا ہوں اور اس وقت دے رہا ہوں جب "نیو ورلڈ آرڈر" کا دور آچکا ہے' ظلم کی آندھی اٹھ رہی ہے۔ یہ "نیو ورلڈ آرڈر" درحقیقت "جیو ورلڈ آرڈر" ہے۔ امریکی شہر نیویارک کو خود وہاں کے لوگ بھی "جیویارک" کہتے ہیں۔ اور علامہ اقبال مرحوم نے اس صدی کے آغاز میں انگلستان اور جرمنی کے مشاہدے کے بعد فرمایا تھا کہ "فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے"۔ یہ ایک صدی قبل کی بات ہے لیکن آج پوری دنیا جانتی ہے کہ دنیا میں ایک ہی سپریم طاقت باقی رہ گئی ہے جسے امریکہ کہا جاتا ہے۔ سوویت یونین کا وجود تک ختم ہو چکا ہے' اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں۔

اس سے پہلے روس اور امریکہ دونوں کے مابین محاذ آرائی کا معاملہ چل رہا تھا مگر اب تو میدان میں صرف ایک ہی طاقت ہے جس پر یہود کا شکنجہ کسا ہوا ہے۔

۱۹۴۸ء میں اسرائیل کا قیام عمل میں آیا تھا یہود کا یہ پختہ اور اٹل منصوبہ ہے کہ ۱۹۹۸ء تک عظیم تر اسرائیل وجود میں آجائے گا۔ یہودی اکابرین کے منشور میں یہ سب نقشے' یہ سب تفصیلات درج ہیں۔ ان کی منصوبہ بندی کے پورے پچاس برس کے بعد اسرائیل قائم ہوگیا تھا اور مزید پچاس برس بعد عظیم تر اسرائیل کا قیام ان کے منصوبے کا حصہ ہے۔ میڈرڈ امن کانفرنس سے واپس آکر اسرائیلی وزیراعظم شمیر نے کہا کہ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں عربوں کے جو علاقے اسرائیلی قبضے میں آئے تھے' کیا وہ ہم خالی کردیں؟ نہیں' ہمیں تو اپنی سرحدیں مزید بڑھانا ہیں اس لئے کہ پورا شام ہمارا ہے' پورا عراق ہمارا ہے' پورا لبنان ہمارا ہے' پورا مصر ہمارا ہے' ترکی کا مشرقی علاقہ ہمارا ہے' شمالی حجاز کا علاقہ بھی ہمارا ہے اور ان علاقوں میں مدینہ منورہ بھی شامل ہے۔ ان علاقوں پر مشتمل عظیم تر اسرائیل کا نقشہ اسرائیلی پارلیمینٹ کے باہر آویزاں ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ آج دنیا کی کوئی طاقت اسرائیل کے راستے کا روڑا بنتی نظر نہیں آتی۔ اس صورت حال کی خبر بھی حضورؐ نے امت کو دے رکھی ہے کہ یہود کی باسی کڑھی میں ایک دور میں پھر ابال آئے گا جب دجال اکبر کی صورت میں یہود کے لیڈر کا ظہور ہوگا۔ یہی "المسیح الدجال" ہوگا جس کی حضورؐ نے خبر دی ہے اور اس سے حضورؐ نے خود پناہ مانگی: "اعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال" یعنی اے اللہ میں مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ حضور نے فرمایا: "مسیح دجال کے فتنے سے تمام انبیاء نے بھی پناہ مانگی اور اپنی اپنی امتوں کو بھی اس فتنے سے پناہ مانگتے رہنے کی تلقین فرمائی" خلیج کی جنگ کو صدام حسین نے "ام المحارب" کہا تھا اور صحیح کہا تھا۔ اس جنگ میں ایک عارضی سا تعطل پڑ گیا ہے۔ دجال اکبر کے ظہور کا زمانہ آنے والا ہے۔ اس لئے کہ ہم نے خود بھی وہی کچھ کیا ہے جو یہود کا چلن تھا۔ ہم نے دین سے غداری کی' بے وفائی کی اور فتح و نصرت کا وعدہ تو وفا سے مشروط تھا۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا' لوح و قلم تیرے ہیں

اس وفا کے بجائے ہم نے اسلام کے نام پر ایک آزاد وطن حاصل کرکے غیروں کی تہذیب اور نظام کو جاری رکھنے کی ٹھانی۔ انہی کے علوم و فنون ہمارے ہاں رائج ہیں۔

امت مسلمہ میں سب سے بڑے مجرم خود اہل عرب ہیں' اس لئے کہ انہی میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور انہی کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب نازل فرمائی' لیکن پھر بھی ان لوگوں نے اللہ کے دین سے روگردانی اختیار کرلی اور یوں اللہ کی سنت ثابتہ ان پر صادق آچکی کہ "و ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم" یعنی اگر تم روگردانی اختیار کرلوگے تو ہم تمہیں ہٹا کر کسی اور کو لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر سات سو برس پہلے اس وقت عمل ہوچکا ہے جب امت مسلمہ کی قیادت عربوں سے سلب کرلی گئی اور وحشی تاتاری ہر طرف مسلمانوں کا خون بہانے لگے۔ اس صورت حال پر شیخ سعدیؒ نے کہا تھا۔

آسماں راحق بود گر خوں ببارد برزمیں
برزوال ملک مستعصم امیر المومنیں

لیکن عربوں کے زوال کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود تاتاریوں کو اسلام کی دولت سے فیضیاب کردیا اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

عربوں کی پیٹھ پر عذاب خداوندی کا پہلا کوڑا تو کب کا برس چکا' اب ان پر عذاب کی آخری قسط بھی آچکی ہے اور تمام عرب ممالک پوری طرح عذاب خداوندی کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ البتہ غیر عرب اقوام میں سب سے بڑے مجرم ہم ہیں کہ ہم نے اسلام کے نام پر ملک حاصل کیا تھا۔ ہم نے "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ!" کے نعرے لگائے تھے' لیکن ۴۵ برس کا عرصہ گزرنے کے باوجود اسلام کہیں نظر نہیں آتا۔ جو اسلام پہلے موجود تھا اب تو ہم اس سے بھی بڑے دور جاچکے ہیں۔ انگریزی تہذیب و تمدن جس قدر آج ہمارے ہاں رواج پاچکے ہیں' ۱۹۴۷ء سے پہلے تو یہ حال نہ تھا۔ اس وقت چند اونچے گھرانوں کا یہ چلن تھا مگر آج پوری قوم اس تہذیب میں رنگی جاچکی ہے۔ اس اعتبار سے ہمارا حال بہت دگرگوں ہے' مگر مستقبل کے حوالے سے حضورؐ کی یہ پیشین گوئیاں موجود ہیں' جن کے مطابق ایک بہت بڑے قائد کی حیثیت سے حضرت مہدیؑ آئیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان کا نام میرے نام پر ہوگا اور ان کی والدہ کا نام میری والدہ کے نام پر ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا اور حضرت مسیحؑ ہی مقام "لد" پر دجال کو قتل کردیں گے۔ آج یہی "لد" لڈا کے نام سے اسرائیل کا ایک بڑا فوجی ہوائی اڈہ ہے۔ اسی جگہ سے دجال اکبر بھاگنے کی کوشش میں ہوگا جب حضرت مسیحؑ اسے پکڑ کر قتل کردیں گے۔ یہی وہ وقت ہوگا جب یہود کا قلع قمع ہوگا' ان کا ایک ایک بچہ قتل ہوگا۔ یہ وہ وقت ہوگا جب ایک طرف حضرت مسیحؑ کی شکل میں آسمان سے نصرت آئے گی اور دوسری جانب مشرق کی طرف سے مدد آئے گی۔ مشرق وہی علاقہ ہے جس میں ہم آباد ہیں۔ حدیث میں اسی علاقے کو خراسان سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ خراسان میں آج کا پورا افغانستان شامل ہے اور قدیم زمانے کے خراسان میں پشاور تک کا علاقہ بھی شامل تھا۔ اسی علاقے سے افواج کی صورت میں علم بردار گروہ یروشلم پہنچیں گے اور یہود سے مقابلہ کریں گے۔

اس وقت دنیا میں یہود کا جو اثر و رسوخ اور غلبہ نظر آرہا ہے اس کی حیثیت عارضی ہے۔ جس طرح بجھنے سے پہلے چراغ آخری دفعہ بھڑکتا ہے' یہود کا یہ اقتدار' ان کا یہ عروج بجھتی ہوئی شمع کی آخری بھڑک کی مانند ہوگا۔ اس کے سوا اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لیکن یہود کی بجھتی ہوئی شمع کی آخری بھڑک سے جس طرح مسلمانوں کو مصائب و الام کا سامنا ہوگا اور جو سزا ملے گی اس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج دنیا کے حالات بہت ہی تیز رفتاری سے بدل رہے ہیں۔ خلیج کی جنگ تمام حالات و واقعات کا سلسلہ آغاز ہے۔

نظام خلافت اور اس کے خدوخال

ان حالات میں ہمارے لئے سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ نظام خلافت کیا تھا جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قائم ہوا؟ ہم صرف لفظ "خلافت" ہی کی تکرار کرتے رہیں اور نظام خلافت کی وضاحت نہ ہو تو ظاہر بات ہے کہ معاملہ آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ ہمیں دنیا کے سامنے واضح کرنا ہوگا کہ وہ نظام خلافت ہے کیا جو ہمارے پیش نظر ہے۔ پھر اس میں روح عصر کے تقاضوں کو بھی شامل کرنا ہوگا اس لئے کہ حالات میں بڑی تبدیلی واقع ہوچکی ہے۔ اب جہاں یہ ضروری ہے کہ روح دین بھی برقرار رہے اور روح خلافت بھی قائم رہے' وہاں یہ لازم ہے کہ عصر حاضر

کے تقاضے بھی اس کے اندر سمو دیے جائیں۔ میں اپنی اس بات کو ایک مثال سے حوالے سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔ ایک دور وہ تھا جب نوع انسانی بادشاہت کے علاوہ کسی اور طرز حکومت کو جانتی نہیں تھی تو اس زمانے میں خلافت بھی بادشاہت ہی کی شکل میں تھی۔ حضرت داؤد بادشاہ ہی تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یا داود انا جعلنک خلیفۃ فی الارض"------لیکن حضورؐ کے زمانے میں یہ خلافت مسلمانوں کی ایک مشترک متاع بن گئی' اسے اجتماعی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اب مسلمانوں کو خود اپنے میں سے کسی فرد کو خلیفہ چننا ہے۔ اب خلافت نہ نسلی بنیادوں پر قائم ہوگی اور نہ ہی وراثت میں منتقل ہوگی۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے زمانے میں حکومت کا معاملہ جب نسل اور وراثت کے حوالے سے طے ہونے لگا تو یہ نظام نظام خلافت نہ رہا بلکہ ملوکیت میں تبدیل ہوگیا۔ اسی طرح عثمانی خلافت کو بھی ملوکیت ہی کا عہد حکومت کہا جائے گا۔ چنانچہ آج اگر ہم دنیا میں پھر سے خلافت کا نظام قائم کرنے چلے ہیں تو اس کی وضاحت ضروری ہے کہ اس کے اصول کیا ہوں گے۔ اگرچہ اس پہلو سے اس میں بعض علمی باتیں بھی آتی ہیں' پھر بھی ہمیں ان سب باتوں کو سمجھنا ہے تاکہ پہلے خود ہمارے' ہمارے ساتھیوں اور احباب کے ذہن صاف اور واضح ہوں' تبھی ہم دوسرے لوگوں کے خدشات بھی دور کر سکیں گے' تبھی چراغ سے چراغ روشن ہوگا۔ میں آج اپنی بات دس نکات کی شکل میں پیش کر رہا ہوں کہ خلافت راشدہ کا دور اولین کیا تھا اب اس نظام کی کیا شکل ہوگی؟

۱۔ اللہ کی حاکمیت اور قرآن و سنت کی بالادستی

سب سے پہلا نکتہ دراصل نظام خلافت کا اصل تقاضا ہے یعنی یہ طے کر دیا جائے کہ حاکمیت کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اس کے برعکس جمہوریت اس اعتبار سے ایک ملعون نظام ہے کہ اس میں حاکمیت کا اختیار عوام کو حاصل ہوتا ہے اور یہی چیز کفر ہے' شرک ہے' اس لئے کہ۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری

اس سے پہلے جمہوریت کے ساتھ اسلام کا لاحقہ لگا کر ہم اسے اسلامی جمہوریت کہتے رہے ہیں' لیکن جمہوریت میں عوام کی حاکمیت کا بیج اتنا گہرا پڑا ہوا ہے کہ اسے نکالنے کی لاکھ کوشش کریں لیکن پھر بھی نہیں نکلتا۔ علامہ نے جمہوریت کے اسی تصور کو بتان آزری سے تعبیر کیا مگر ان کے فرزند ارجمند ڈاکٹر جاوید اقبال پارلیمنٹ کی حاکمیت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ یہ کلمہ کفر ہے جو ڈاکٹر جاوید اقبال ادا کر رہے ہیں۔ اسلام میں اللہ کے علاوہ کسی کو حاکمیت کا اختیار حاصل نہیں اور ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو "قرار داد مقاصد" کی صورت میں پاکستان کے آئین میں طے کر دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی جدوجہد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ قرار داد مقاصد کی منظوری کے لئے مولانا شبیر احمد عثمانی کو یہ دھمکی بھی دینا پڑی کہ اگر دستور ساز اسمبلی قرار داد مقاصد کو منظور نہیں کرے گی تو میں اسمبلی سے باہر جا کر عوام سے کہوں گا کہ مسلم لیگ نے مسلمانوں کے ساتھ دھوکا کیا ہے' یہ لوگ اسلام نہیں چاہتے' انہوں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے دھوکہ بازی کے ذریعے مسلمانوں کے ووٹ حاصل کئے ہیں۔ اس دھمکی کے بعد دستور ساز اسمبلی سے قرار داد مقاصد پاس ہوئی۔ اس قرار داد کو منظور کرانے کے لئے جماعت اسلامی نے بھی بڑی ہی منظم مہم چلائی جس کا پاکستان کے لوگوں نے ساتھ دیا تھا۔ جماعت اس وقت تک ایک سیاسی جماعت نہیں تھی اور براہ راست مد مقابل کی حیثیت سے الیکشن کے میدان میں نہیں آئی تھی' اس لئے جماعت کی اس مہم کی پذیرائی کی گئی کہ یہ اسلام کی بات ہے سیاست کی بات نہیں' یہ اقتدار کا کھیل نہیں ہے۔ بہرحال اس قرار داد کی منظوری میں جس کا جتنا ہاتھ ہے' جس کی جتنی کوشش ہے' اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر و ثواب سے نوازے۔ الحمد للہ اس قرار داد مقاصد کی شکل میں ہمارے آئین میں خدا کی حاکمیت کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی حاکمیت کی عملی صورت کیا ہو؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں عملاً تو موجود نہیں۔ اگرچہ وہ ہر جگہ موجود ہے لیکن درمیان میں غیب کا پردہ حائل ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نفاذ درحقیقت کتاب و سنت کی غیر مشروط اور بلا استثناء بالادستی کے ذریعے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ دستور میں اگر کتاب و سنت کی بالادستی طے کر دی جائے تو اس طرح اللہ کی حاکمیت کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ مگر ہم نے اس پہلو سے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑی چالبازیاں کی ہیں' اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور اس کی سزائیں بھی ہمیں مل چکی ہیں اور مل رہی ہیں۔ ۷۱ء میں پاکستان دولخت ہوا' ہندو کے ہاتھوں ہمارے ایک لاکھ جوان قیدی بنے لیکن پھر بھی ہم ہوش میں نہ آئے۔ غنیمت ہے کہ یہ خطہ ابھی باقی ہے۔ تاہم اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی سے ہم باز نہ آئے تو ہو سکتا ہے کہ یہ خطہ بھی مختلف حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ مشرقی پاکستان تو بنگلہ دیش بن کر ایک وحدت کی حیثیت سے موجود ہے لیکن اگر خوانخواستہ اس مغربی حصے کو کچھ ہوا تو اس کے کئی ٹکڑے ہونے کا اندیشہ ہے۔ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی دھوکے بازی بند نہیں کریں گے' بحیثیت قوم شدید خطرے کی زد میں ہی رہیں گے۔

یہ دھوکے بازی کیا ہے؟ ہم نے دستور پاکستان میں یہ دفعہ رکھی کہ "قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوگی" لیکن اس دفعہ کو محض "راہنما اصول" (Directive Principle) نہ کہ "عملی ضابطہ" (Operative Clause) کی۔ گویا اصول کی حد تک کتاب و سنت کی بالادستی قبول ہے' مگر اس کی بنیاد پر عدالتوں میں کوئی معاملہ زیر بحث نہیں لایا جا سکتا تھا۔ ضیاء الحق مرحوم کے اقتدار تک یہ دھوکے بازی چلتی رہی' تا آنکہ ضیاء الحق نے ایک قدم آگے بڑھایا اور وفاقی شرعی عدالت قائم کر دی' جسے یہ اختیار دیا گیا کہ یہ عدالت جس قانون کو کتاب و سنت کے منافی سمجھے' اسے کالعدم قرار دے دے۔ لیکن وفاقی شرعی عدالت کے معاملے میں ایک اور پہلو سے بہت بڑا دھوکہ یہ کیا گیا کہ اسے دو ہتھکڑیاں اور دو بیڑیاں پہنا دی گئیں۔ یعنی وہ نہ تو دستور پاکستان کے بارے میں اپنی رائے دے سکتی ہے اور نہ ہی عدالتی قوانین کا جائزہ لے سکتی ہے۔ پھر یہ کہ عدالت مالی قوانین کا جائزہ بھی نہیں لے سکتی اور حد یہ ہے کہ عائلی قوانین پر رائے دینے کی مجاز بھی نہیں۔ اس قدر پابندیاں اور جکڑ بندیاں لگا کر شرعی عدالت بنانے سے کیا کچھ حاصل ہو سکتا تھا؟ آج کے دور میں مالیات اور اقتصادیات سب سے بڑی شے ہیں' لیکن ان میں بھی شریعت کا عمل دخل پسند نہیں کیا گیا۔ عائلی قوانین جو ہمارے تمدن کی جڑ اور بنیاد ہیں' وہ بھی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے ابھی تک باہر ہیں۔ البتہ مالی قوانین کے ضمن میں دس سال کی جو پابندی عائد کی گئی تھی وہ مدت گزرنے کے بعد یہ ہتھکڑی از خود کھل گئی

ہے۔ چنانچہ وفاقی شرعی عدالت نے ۲۲ مالی قوانین کو سودی اور خلاف اسلام قرار دے کر حرام قرار دے دیا ہے اور حکومت کو چھ ماہ کی مہلت دی گئی ہے کہ اس عرصے میں متعلقہ قوانین کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تشکیل دے سکے۔

موجودہ قومی اسمبلی نے وفاقی شرعی عدالت کے اختیارات محدود کرنے سے بھی بڑا دھوکہ کیا ہے۔ وہ یوں کہ "نفاذ شریعت ایکٹ" بھی منظور کرلیا اور ساتھ ہی ہر قسم کے سودی کاروبار کو جاری رکھنے کی سند جواز بھی عطا کردی گئی۔ اس فیصلے سے گویا بحیثیت قوم ہم نے اللہ کے ساتھ اعلان جنگ کردیا۔ ہم تو حکمرانوں سے یہی کہہ سکتے ہیں کہ خدا را اللہ تعالیٰ کو دھوکہ مت دو۔ خدا کے لئے مسلمانوں کو دھوکہ مت دو، وزیراعظم نواز شریف نے نفاذ شریعت ایکٹ کے اعلان کے ساتھ قوم سے دستور میں ضروری ترمیم کا وعدہ بھی کیا تھا مگر یہ وعدہ وفا ہونے کی آج تک نوبت نہیں آسکی ہے۔ جب تک دستور میں یہ ترمیم نہیں ہوتی کہ کتاب و سنت کو پاکستان کے دستور اور نظام و قوانین سب پر بالادستی حاصل ہوگی اس وقت تک نتیجہ خیز پیش رفت نہیں ہوسکتی۔ آئین میں کتاب و سنت کی بالادستی طے کردی جائے تو یہ معاملہ اعلیٰ عدالتوں کے ذریعے طے ہوتا رہے گا کہ کونسا قانون یا ضابطہ خلاف اسلام ہے اور کونسا نہیں۔ یہ اختیار اسمبلی کے ممبران کو نہیں دیا جاسکتا کیونکہ ان کی عظیم اکثریت ان پڑھ ہوتی ہے اور جو لوگ پڑھے لکھے ہیں، تعلیم یافتہ ہیں وہ بھی مغربی تعلیم سے آراستہ ہیں، انہیں دین کا علم حاصل نہیں۔ چنانچہ یہ کام عدالت ہی کرسکتی ہے۔ وہاں علماء بھی اپنے دلائل پیش کریں، دانشور حضرات بھی اپنا نقطہ نظر پیش کریں۔ سب اہل علم حضرات کے لئے موقع ہوگا کہ عدالت کے سامنے اپنی بات رکھیں اس لئے کہ عدالت کے فضا تو سیاسی جلسے سے بہت مختلف ہوتی ہے، عدالت ان پڑھ لوگوں کی پارلیمنٹ نہیں ہوتی۔ ایک بزرگ جو اب فوت ہوچکے ہیں وہ "پڑھے لکھے ان پڑھ" کی اصطلاح استعمال کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ایک طرف ایم بی بی ایس کیا ہوا ہے، پی ایچ ڈی کی ڈگری کا حامل ہے لیکن دوسری طرف دین کا ایک حرف بھی نہیں پڑھا تو اس حوالے سے وہ جاہل مطلق ہے، جبکہ اسمبلی میں تو "چٹے ان پڑھ" بھی ہوتے ہیں جو زمینداری اور وڈیرا شاہی کی وجہ سے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ شریعت کے حلال و حرام کا فیصلہ ایسے لوگوں کے حوالے نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ خلیفہ کا براہ راست انتخاب

خلافت راشدہ کے عہد میں خلافت کا منصب مسلمانوں کے باہمی مشورے سے پر کیا جاتا تھا۔ اس ضمن میں حضرت عمرؓ کا خطبہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آپؓ کا یہ خطبہ مسند احمدؒ میں بھی موجود ہے اور اسے امام بخاریؒ نے بھی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ ایک موقع پر حضرت عمر فاروقؓ کو جب یہ اطلاع ملی کہ کچھ لوگ اس طرح کی باتیں کررہے ہیں کہ اگر کسی وقت اچانک عمرؓ کا انتقال ہوجائے تو اس صورت میں ہم فوراً فلاں شخص کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرلیں گے تو حضرت عمرؓ نے اس حوالے سے مدینہ میں ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا: "لوگو! میں تمہیں ان لوگوں کی سازش سے خبردار کرنا چاہتا ہوں جو تمہیں تمہارے حق سے محروم کرنا چاہتے ہیں، اس لئے کہ خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کے باہمی مشورے سے ہی ہوسکتا ہے۔ اگر خلیفہ کے منصب کے لئے کسی شخص کی اچانک بیعت کرلی گئی تو وہ بیعت بیعت ہی نہیں ہوگی۔" صحیح بخاری میں تو الفاظ یہ بھی ہیں کہ "جس کی بیعت کی گئی نہ اس کی کوئی حیثیت ہوگی اور نہ بیعت کرنے والے کی بیعت کی"--- ایسے سب کے سب لوگ نااہل ہوجائیں گے۔ خلافت کا منصب اگر "من غیر مشورة المسلمین" (مسلمانوں کے مشورے کے بغیر) طے ہوا تو ایسا فعل خلاف اسلام ہوگا۔

یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ اس وقت آج کی طرح بیلٹ بکس نہ تھے، انتخابات کا باقاعدہ نظام بھی موجود نہ تھا، تاہم صحابہ کرامؓ کے مابین ایک درجہ بندی قائم تھی۔ اصحاب بدر بھی معین تھے، عشرہ مبشرہ بھی معلوم و معروف تھے اور بیعت رضوان کے حوالے سے اصحاب شجرہ بھی موجود تھے۔ اب اس طرح کی درجہ بندی موجود نہیں ہے۔ اسی طرح وہاں قبائلی نظام رائج تھا اور اس نظام میں ایک ایک آدمی سے رائے نہیں لی جاتی تھی، لیکن آج تمام مسلمان ایک ہی حیثیت کے مالک ہیں۔ اب تو مسلمانوں کے باہمی مشورے کی ایک ہی شکل ہے کہ خلیفہ کے براہ راست انتخاب کے لئے تمام مسلمان، مرد بھی اور عورتیں بھی، اپنا ووٹ استعمال کریں اور اکثریتی ووٹ حاصل کرنے والا شخص خلیفہ کے منصب کا اہل ہو۔ اگرچہ بعض حضرات کا یہ موقف بھی سامنے آیا ہے کہ ووٹ دینے کا حق صرف اہل تقویٰ کو حاصل ہونا چاہیے، ووٹ دینے والا کم از کم نماز کا تو پابند ہو لیکن آج کے دور میں اس طرح کی سب باتیں غلط ہیں، اس لئے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اس بات کو ہمیشہ کے لئے طے کردیا کہ "المسلم کفو لکل مسلم" یعنی مسلمان فاسق ہو یا متقی ہو، دونوں کے قانونی حقوق یکساں ہوں گے۔ یہ بات جان لیجئے کہ اسلام کا قانون یہ ہے کہ تقویٰ اور فسق و فجور دونوں کا ثواب و عذاب آخرت سے متعلق ہے۔ اس دنیا میں سماجی سطح پر تمام مسلمان یکساں حیثیت کے حامل ہیں اور قانون کی سطح پر بھی تمام مسلمان باہم برابر ہیں۔ اس بات کو نہایت سادہ مثال سے سمجھیے۔ ایک باپ کے اگر دو بیٹے ہوں، جن میں سے ایک متقی ہو، تہجد گزار ہو اور دوسرا فاسق ہو اور نماز کے قریب بھی نہ پھٹکتا ہو۔ تب بھی دونوں کو وراثت میں ایک جیسا حصہ ملے گا۔ متقی کو زیادہ اور فاسق کو کم نہیں۔ اسی بنیاد پر ووٹ کا حق ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ یہی روح عصر بھی ہے اور آج کے دور کا تقاضا بھی۔

پورے ملک کی سطح پر خلیفہ کا براہ راست انتخاب ہوگا۔ اس اصول کو اختیار کرنے سے چھوٹے چھوٹے اور علاقائی وڈیرے غیر موثر ہوجائیں گے۔ لوگ لازماً یہ دیکھیں گے کہ کون شخص خلیفہ کے منصب کی واقعی اہلیت رکھتا ہے۔ ہمارے عوام کے اندر شعور ہے چاہے ان کی اکثریت کا طرز عمل فاسق و فاجر لوگوں ہی سے مشابہت کیوں نہ رکھتا ہو۔ عوام خوب جانتے ہیں کہ اسلام کیا ہے اور کیا نہیں ہے لہٰذا اس طریق کار کے تحت اپنی رائے کسی اہل تر شخص کے حق ہی میں دیں گے۔ البتہ یہ اصول طے کرنا پڑے گا کہ جو لوگ انتخابات کے لئے آگے آئیں، یہ چاہے خلیفہ کے منصب کا انتخاب لڑ رہے ہوں یا مجلس ملی یعنی پارلیمنٹ کا، ہر دو صورتوں میں ان کے کردار و اخلاق کی پوری چھان بین ضروری ہوگی۔ اس لئے کہ ایسے لوگ حرام خوری کرنے والے نہ ہوں، بدکردار نہ ہوں تب ہی بات بنے گی۔ میرے خیال میں ہر ووٹر کے لئے اس طرح کی شرائط عائد کرنا ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح سے یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے اور عوام الناس کو حق رائے دہی حاصل ہوجاتا ہے۔

۳۔ مخلوط قومیت کی نفی اور غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ

خلافت کے نظام میں اگلی بات غیر مسلموں کی حیثیت سے متعلق ہے۔ اسلامی ریاست میں غیر

مسلم برابر کا شہری نہیں ہو سکتا' غیر مسلم ذمی ہوگا۔ ہمارے یہاں تو عجیب و غریب تماشے ہوتے رہے ہیں'ضیاء الحق نے مجلس شوریٰ بنائی تو اس میں مسلمان تو تھے ہی'ان کے ساتھ ساتھ ہندو'عیسائی اور پارسی بھی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ کیا ایسے ایوان کو مجلس شوریٰ کا نام دیا جاسکتا ہے ؟ ہر گز نہیں!میں بھی غلطی سے اس شوریٰ کا رکن بن گیا تھا لیکن صرف دو مہینے کے بعد ہی میں نے اسے چھوڑ دیا۔ خلافت کے نظام میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ البتہ غیر مسلم رعایا کو ہر طرح کا تحفظ حاصل ہوگا۔ ان کی جان 'عزت' آبرو اور مال کی حفاظت کی ذمہ دار اسلامی ریاست ہوگی اور اسی حوالے سے اسلامی ریاست کے غیر مسلم باشندوں کو "ذمی" کہا جاتا ہے۔ غیر مسلم رعایا کی جان بھی اتنی ہی محترم ہوگی جتنی کسی مسلمان کی محترم ہوتی ہے۔ ان کی عزت و آبرو بھی اتنی ہی محترم ہے جتنی کسی مسلمان کی'ان کی جائیداد کی حفاظت کا اتنا ہی اہتمام ہوگا جتنا کسی مسلمان کی جائیداد کا اہتمام ہوگا۔ انہیں عقیدہ و عبادت کی مکمل آزادی حاصل رہے گی'ان کی عبادت گاہیں اتنی ہی مقدس اور محترم ہونگی جتنی خود مسلمانوں کی مسجدیں سمجھی جاتی ہیں۔ انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ اپنی آئندہ نسلوں اور اپنی ہم عقیدہ قوم میں کرنے کا حق حاصل ہوگا البتہ یہ لوگ مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کرسکیں گے۔

پاکستان میں عیسائیت کو تیزی سے فروغ حاصل ہورہا ہے اور اقلیتی رکن قومی اسمبلی جے سالک کے مطابق مسیحی آبادی ۷۵ لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اگرچہ یہ اعداد و شمار کسی طرح بھی صحیح نہیں ہیں لیکن پھر بھی عیسائیت کو پاکستان میں فروغ تو دیا جارہا ہے'پوری دنیا میں عیسائیت کے فروغ کے لئے چندے آتے ہیں۔ عیسائی مشنریوں کے سالانہ بجٹ بعض ممالک کے بجٹ کے رقوم سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ جیسے لکڑی کو دیمک اندر ہی اندر چٹ کر جاتی ہے ویسے ہی ہمارے معاشرے میں عیسائیت کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جاچکا ہے لیکن اس کے باوجود قادیانیوں کی تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے اور یہ سلسلہ تبلیغ پورے زور کے ساتھ اندر ہی اندر چل رہا ہے۔

اسلامی ریاست میں کوئی غیر مسلم رعایا برابر کے شہری کی حیثیت نہیں رکھتی' لہٰذا خلیفہ کے انتخاب میں یہ لوگ رائے دینے کے مجاز نہ ہوں گے۔ ایسے لوگ نہ تو مجلس شوریٰ کے رکن بن سکیں گے اور نہ اراکین شوریٰ کے انتخاب میں ووٹ دینے کے اہل ہوں گے۔ تکنیکی نوعیت کی ملازمتوں میں ان لوگوں کے لئے راستہ کھلا ہوگا چنانچہ طب کا شعبہ ہو یا انجینئرنگ کا میدان' ایسے شعبہ جات میں ان کے لئے گنجائش ہوگی' لیکن جہاں تک قانون سازی اور پالیسی سازی کا تعلق ہے اس میں کسی غیر مسلم کو شریک نہیں کیا جائے گا۔ یہی نظام خلافت راشدہ کے عہد میں رائج تھا اور اب بھی یہی اصول کارفرما ہوگا۔

ایسے لوگوں سے یعطو الجزیہ عن ید و ھم صاغرون" کے مصداق جزیہ لیا جائے گا۔ "جزیہ" کوئی گالی نہیں ہے بلکہ قرآنی اصطلاح ہے۔ جزیہ کا لفظ جزا سے بنا ہے جبکہ ذمی ذمہ سے بنا ہے۔ میری اس بات کو ایک مثال سے سمجھیے۔ خلافت راشدہ کے دور میں جہاد کا اسلامی فریضہ جاری تھا۔ اسی دوران شام کا ایک شہر مسلمانوں کے قبضے میں آگیا تو متعلقہ حکام نے وہاں کے باشندوں سے جزیہ کی رقم وصول کر لی۔ جزیہ کی وصولی کے بعد ایسی صورت حال بن گئی کہ مسلمانوں کو یہ شہر چھوڑنا پڑ رہا تھا'دفاعی اقدام کے طور پر اسے خالی کرنا ضروری تھا۔ اس موقع پر اسلامی افواج کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ نے غیر مسلم رعایا کو بلایا اور ان کی پوری رقم یہ کہہ کر واپس کردی کہ ہم نے آپ لوگوں سے آپ ہی کی حفاظت کے معاوضہ کے طور پر "جزیہ" کی صورت میں رقم لی تھی' لیکن اب چونکہ ہمیں اس شہر کو چھوڑنا پڑ رہا ہے اور ہم آپ لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لے سکتے لہٰذا جزیہ کی یہ رقم واپس کی جاتی ہے۔ اس موقع پر وہاں کی عیسائی آبادی دھاڑیں مار مار کر رونے لگی کہ ایسے راست باز اور بااخلاق لوگ تو ہم نے آج تک دیکھے ہی نہیں۔ ہمارے حاکم تو ظالم تھے لیکن مسلمانوں کی دیانت کا یہ عالم ہے کہ جزیہ کی رقم بھی ہمیں واپس کردی گئی ہے۔ اسلامی ریاست میں ہندو' عیسائی' قادیانی اور پارسی وغیرہ سب کو اپنی حفاظت کے عوض حکومت کو ایک ٹیکس ادا کرنا ہوگا' اس ٹیکس کا نام "جزیہ" ہے۔ اب ہمیں اپنے اندر ایسی جرات پیدا کرنا ہوگی کہ اس طرح کی باتیں ہم ڈنکے کی چوٹ کہہ سکیں اور روایتی معذرت خواہانہ انداز فکر ترک کردیں۔

۴۔ نظام صلوۃ کا قیام

چوتھی چیز نماز کے نظام کا قیام ہے۔ آپ کہیں گے کہ نماز کا نظام تو اب بھی قائم ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اس وقت نماز کا نظام قائم نہیں ہے۔ اس لئے کہ اسلام میں دوئی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود مسجد نبویؐ کے خطیب اور امام بھی تھے اور یہی معاملہ تمام خلفاء راشدین کا ہے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ تمام عامل (گورنر' کمشنر وغیرہ) نماز جمعہ کی امامت کا فریضہ بھی ادا کرتے تھے اور مملکت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ حنفی فقہ کے مطابق حکومت کی اجازت کے بغیر کوئی شخص جمعہ نہیں پڑھا سکتا۔ نماز پنجگانہ کا اہتمام عام مساجد میں ہر کوئی کرسکتا ہے اور پڑھا بھی سکتا ہے'مگر جامع مساجد کا انتظام حکومت کی اجازت اور نظم کے تحت ہی قائم ہو سکتا ہے۔ آج کی طرح کا معاملہ نہیں کہ چلتا پھرتا کوئی آدمی لا کر مصلے پر کھڑا کردیا اور اسے امام کہہ دیا۔ ایسے تصور دین و مذہب پر علامہ نے پھبتی چست کی تھی۔

قوم کیا چیز ہے'قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بے چارے دو رکعت کے امام

ان کی جو عزت معاشرے میں ہے وہ ہم سب کو معلوم ہے۔ دیہات کی مسجد کا مولوی زمیندار کے "کمی" سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور شہروں کے اندر بھی مولوی حضرات انتظامیہ کمیٹی ہی کے دست نگر ہوتے ہیں۔ ہاں چالاک اور ذہین و فطین لوگوں کے اس حوالے سے بڑے ٹھاٹھ کے دھندے ضرور چل رہے ہیں۔ تاہم ان آئمہ اور خطباء میں بہت سے متقی' پرہیزگار اور خدا ترس بھی ہیں۔ نظام خلافت کے تحت پوری ریاست کی سطح پر نماز کا نظام قائم ہوگا اور خلیفہ وقت خود دارالخلافہ کی جامع مسجد کا خطیب و امام خود ہوگا۔ صوبائی صدر مقامات اور درجہ بدرجہ دیگر جگہوں پر بھی اسی طریقے سے نماز کا اہتمام ہوگا۔

۵۔ زکوٰۃ کی کامل تنفیذ

زکوٰۃ کے شرعی فریضے کو بھی ہم نے بہت زیادہ بدنام کر رکھا ہے اور بدقسمتی سے ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں اس ضمن میں جو قدم اٹھایا گیا اس نے زکوٰۃ کو مزید بدنام کردیا۔ زکوٰۃ کا اصل مقصد ہے کیا؟ اسے سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ زکوٰۃ کا اسلام کے معاشی شعبے میں بہت اہم حصہ ہے۔ ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی کفالت اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔ کوئی شخص بھوکا رہتا ہے تو اس کی ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ "اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مرگیا تو قیامت کے دن اس کی جواب دہی عمرؓ سے ہوگی"۔ معلوم ہوا کہ ہر شہری کے لئے روٹی' کپڑا' مکان' لباس اور تعلیم جیسی بنیادی ضروریات کی فراہمی ریاست کے ذمے ہے۔ کبھی ذوالفقار علی بھٹو نے بھی روٹی کپڑے اور مکان کا نعرہ لگایا تھا' لیکن وہ محض ایک نعرہ ہی تھا۔ سیاسی اختلافات کی وجہ سے اس نعرے کے خلاف ۳۱۳ علماء کے فتوے بھی جاری ہوگئے تھے۔ جاننا چاہیے کہ روٹی' کپڑے اور مکان کا نعرہ کافرانہ نعرہ نہیں ہے' بلکہ یہ چیزیں انسان کی بنیادی ضروریات میں داخل ہیں اور ان کا حصول ہر شہری کا حق ہے۔ اگر آپ اسلام کا نظام خلافت قائم کرنے کی بات کرتے ہیں تو یہ ذمہ داری آپ کو نبھانی پڑے گی کہ کوئی شہری روٹی' کپڑے اور مکان جیسی بنیادی ضروریات سے محروم رہا تو خلافت کا حق ادا نہیں ہوگا۔ قول و عمل کا تضاد جلد ہی لوگوں کے سامنے آجاتا ہے' چنانچہ بھٹو کی وڈیرہ شاہی جلد ہی سامنے آگئی۔ اسے تاریخ میں ایک بہت بڑا موقع حاصل ہوا تھا۔ وہ چاہتا تو جاگیرداری نظام کا خاتمہ کرسکتا تھا۔ دین کے ساتھ اس کا کوئی عملی تعلق نہیں تھا لیکن وہ اس ملک کا ماوزے تنگ تو بن ہی سکتا تھا' مگر وہ اپنی جاگیردارانہ کھال سے باہر نہ نکل سکا۔ تاہم جو نعرہ اس نے لگایا' وہ صحیح تھا' اگرچہ "کلمۃ حق ارید بہا لباطل" کے مصداق اس نعرے سے وہ جو مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا وہ کوئی اور تھا۔

سوال یہ ہے کہ ہر شہری کی بنیادی ضروریات پورا کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے تو اسلامی ریاست یہ سب کچھ کیسے فراہم کرے گی' نظام خلافت ہر شہری کو بنیادی ضروریات کہاں سے فراہم کرے گا؟ یہ سب کچھ زکوٰۃ کی مد سے پورا ہوگا۔ بھٹو نے روٹی' کپڑے اور مکان کا نعرہ لگایا اور اس تصور کو بدنام کردیا اسی طرح ضیاء الحق نے زکوٰۃ کو بدنام کردیا کہ صرف بینک ڈیپازٹ میں سے زکوٰۃ کاٹی جائے گی۔ یعنی سود میں سے زکوٰۃ کاٹ لو' نجاست میں سے نجاست منہا کرلو' اس لئے کہ بینک ڈیپازٹ پر لوگوں کو سود ملتا ہے اور یہی سود سب سے بڑی نجاست اور گندگی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ انسانی فضلہ بھی اس قدر گندگی کا حامل نہیں ہے جس قدر گندگی کا حامل سود ہے۔ جتنا بڑا جرم اور گناہ سود ہے اتنا بڑا دوسرا کوئی جرم نہیں' اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا: "الربا سبعون جزء ایسرھا ان ینکح الرجل امہ" یعنی سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں اور اس کا ہلکا ترین حصہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کا ارتکاب کرے۔ تو اس غلاظت میں سے آپ نے ڈھائی فی صد شرح سے نجاست منہا کرلی اور اسے زکوٰۃ کا نام دے دیا تو کیا زکوٰۃ کا نظام قائم ہوگیا؟ حالانکہ بعض علماء کے نزدیک بینک ڈیپازٹ اموال باطنہ کی ذیل میں آتا ہے اور اموال باطنہ پر حکومت جبراً زکوٰۃ وصول نہیں کرسکتی۔ یہی موقف مولانا مفتی محمودؒ کا تھا اور اموال باطنہ اور اموال ظاہرہ کے مسئلے پر بحث و تمحیص کے دوران ہی مفتی صاحب کراچی میں قائم بنوری ٹاؤن کے مدرسے میں انتقال کرگئے۔

حکومت اموال ظاہرہ پر جبراً زکوٰۃ وصول کرسکتی ہے جس میں مال تجارت سرفہرست ہے اور مال تجارت کی کل مالیت پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے نہ کہ منافع پر۔ کاروبار میں نفع ہو یا نقصان اس سے کوئی بحث نہیں' حاضر مال پر زکوٰۃ ادا کرنا پڑے گی۔ اسی طرح کارخانوں اور فیکٹریوں کا معاملہ ہے۔ کارخانوں کی زمین' ان کی عمارت' ان کی مشینری' کارخانے کے اوزار و آلات سب زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوں گے لیکن کارخانے میں تیار مال اور خام مال دونوں کی مالیت کو جمع کرکے ڈھائی فی صد کے حساب سے زکوٰۃ وصول کرلی جائے گی۔ زکوٰۃ کے اس نظام سے اس مد میں اس قدر روپیہ جمع ہوجائے گا کہ ریاست ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کا ذمہ لے سکتی ہے اور وہ وقت بھی آسکتا ہے جب لوگ اپنے اموال باطنہ کی زکوٰۃ لئے لئے پھریں گے لیکن اسے لینے والا کوئی نہ ہوگا جیسے خلافت راشدہ کے دور میں ہوا تھا۔

آج دنیا میں کافروں نے یہ سب کچھ کرکے دکھادیا ہے کہ وہاں ویلفیئر کا نظام بہت ہی مضبوط بنیادوں پر استوار ہے جو ہر بے روزگار' معذور اور مجبور شہری کی کفالت کا ضامن ہے۔ یہاں بھی ہر صاحب نصاب مسلمان زکوٰۃ دینے کے لئے تیار ہے لیکن آپ انکم ٹیکس کی لعنت کا خاتمہ تو کریں' دوسرے لعنتی قسم کے ٹیکس بھی ختم کریں۔ نظام خلافت کے تحت زکوٰۃ کا جو نظام قائم ہوگا اس میں ان تمام ٹیکسوں سے لوگوں کو نجات حاصل ہوجائے گی۔ انکم ٹیکس کے نظام نے ہر کاروباری آدمی کو جھوٹا اور بے ایمان بنادیا ہے' اس لئے کہ اسے غلط گوشوارہ داخل کرنا پڑتا ہے ورنہ کاروبار کی بساط تہہ کرنا پڑتی ہے۔ آدمی جب ایک دفعہ کسی معاملے میں جھوٹ بولتا ہے' چاہے مجبوراً ہی سہی' پھر جھوٹ اس کی زندگی میں داخل ہوجاتا ہے اور ہر معاملے میں جھوٹ کی حکمرانی قائم ہوجاتی ہے۔

۶۔ سود کا کامل انسداد

نظام خلافت میں سود کے کامل انسداد کے ذریعے معیشت کی تطہیر کی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سود کو بھی چھوڑ دو اور جس چیز میں سود کا شائبہ بھی پایا جاتا ہو' اسے بھی چھوڑ دو۔ دور ملوکیت میں بہت سی غلط چیزوں کے جواز کا فتویٰ دے دیا گیا تھا' جیسے ادھار مال کی فروخت پر زائد بھاؤ لگانا جائز سمجھا جاتا ہے' حالانکہ یہ سود ہی کی شکل ہے۔ اگر یہ سود نہیں تو سود اور کس بلا کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے فرد کو ایک سو روپیہ قرض دے اور ۱۰ روپے کا اضافہ مانگے تو یہ سود ہے' لیکن اگر سو روپے کی کوئی شے ادھار بیچے اور اس کے ۱۱۰ روپے وصول کرے تو یہ سود نہیں تو اور کیا ہے؟ سینیٹر حافظ حسین احمد کا بیان آپ لوگوں نے بھی اخبارات میں پڑھا ہوگا جس میں انہوں نے اپنے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی وجہ سے اب حکومت سود ہی کو سند جواز عطا کرنے کی کوشش کرے گی۔ یعنی بیع موجل اور بیع مرابحہ کی آڑ میں سود کو جائز قرار دلوانے کی کوشش ہوگی۔ اس موضوع پر مفتی سیاح الدین کاکاخیل کا تفصیلی مضمون "حکمت قرآن" کے ماہ جنوری ۹۲ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے' تفصیل کے طالب حضرات کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

۷۔ جاگیرداری نظام کا خاتمہ

ساتویں بات جاگیرداری کا سدباب ہے۔ میری گفتگو میں بار بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام آرہا ہے۔ ہوسکتا ہے بعض لوگوں کو اس سے کچھ تکلیف بھی محسوس ہوتی ہو کہ انہیں ہر معاملے میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نظر آتے ہیں۔ اس کی بھی ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ اسلامی نظام خلافت کی برکات پوری طرح حضرت عمرؓ کے دور خلافت ہی میں ظاہر ہوئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں انقلابی جدوجہد کا مرحلہ سر کیا جارہا تھا' ہر طرف جہاد و قتال کے معرکے برپا تھے جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ہر چہار طرف سے فتنہ پرور عناصر کھڑے ہوگئے تھے۔ یہ لوگ مانعین زکوٰۃ کی شکل میں بھی سامنے آئے اور جھوٹے مدعیان نبوت کی صورت میں بھی

ظاہر ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختصر عہد حکومت ان سازشوں کو ختم کرنے ہی میں ختم ہوگیا۔ خلافت راشدہ کے نظام کا پھول پوری طرح دور فاروقیؓ میں کھلا اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے پہلے دس برس بھی اسی شان و شوکت کے حامل تھے جس میں خلافت راشدہ کی برکات اپنے عروج پر نظر آتی تھیں۔ چنانچہ جاگیرداری نظام کے خاتمے کے ضمن میں بھی حضرت عمرؓ کا اجتہادی فیصلہ کن امر بن کر سامنے آتا ہے۔ عہد فاروقی میں مسلمان افواج نے عراق، مصر اور شام جیسے علاقے بھی فتح کرلئے تو مجاہدین نے حسب دستور مفتوحہ زمینوں کی تقسیم کا مطالبہ کیا کہ یہ اراضی مال غنیمت ہے۔ غنیمت کے مال کی تقسیم کا قانون یہ ہے کہ پانچواں حصہ ریاست یعنی بیت المال کا ہوتا ہے اور باقی مجاہدین میں تقسیم ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے مفتوحہ زمینوں کا معاملہ شوریٰ کے سامنے رکھا۔ بڑی طویل بحث و تمحیص اور ردو قدح کے بعد طے ہوا کہ مفتوحہ اراضی پر مال غنیمت کا قانون لاگو نہیں ہوگا بلکہ اس پر مال فے کے مصارف کا اطلاق ہوگا۔ اس بنا پر تمام تر اراضی بیت المال کی ملکیت قرار پائی اور اس کا خراج براہ راست بیت المال میں پہنچنے لگا اور یہی خراج تمام مسلمانوں کی اجتماعی بہبود پر خرچ ہوتا رہا۔ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اگر اس وقت حضرت عمرؓ یہ اراضی مجاہدین میں تقسیم کردیتے تو بدترین قسم کا جاگیردارانہ نظام لازماً قائم ہوجاتا۔

جس طرح زکوٰۃ کے ضمن میں میں نے آپ حضرات کے سامنے اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ کی دو تقسیمیں رکھی ہیں ویسے ہی اراضی کے ضمن میں عشری اراضی اور خراجی اراضی کی دو اقسام ہیں۔ جو علاقے کسی بھی وقت مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کئے ہوں ان کی زمینیں قیامت تک کے لئے خراجی قرار پاتی ہیں۔ پاکستان کی اکثر و بیشتر اراضی بھی خراجی ہے۔ پاکستان کی زمینیں کسی شخص کی ملکیت نہیں ہیں، کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہیں۔ یہ جاگیریں انگریز حکمرانوں نے اپنے حواریوں اور کاسہ لیسوں کو مسلمانوں سے غداری کے عوض انعام میں دی تھیں، لہٰذا جاگیرداروں اور زمین داروں کا حق ملکیت از خود ساقط ہوجاتا ہے۔ نظام خلافت میں ہمیں ایک نیا بندوبست اراضی تشکیل دینا ہوگا تاکہ زمین کے سینے کو چیرنے والے اور اس میں اپنا خون جگر دینے والے کاشتکار کو بھی اس کی محنت کا معاوضہ مل سکے! یہ کاشتکار، یہ کسان، یہ ہاری سب کے سب حیوانوں کی سطح پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ کبھی کیمونزم کے سرخ سویرے کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی کوئی دھوکہ باز کوئی اور سبز باغ دکھا کر انہیں اپنے پیچھے لگا لیتا ہے۔ اس معاملے میں بھی اصل جرم ہمارا ہے کہ اسلام نے جو حل دیا ہے اسے ہم اختیار نہیں کرتے، لہٰذا یہ لوگ پھر چاروناچار کسی دوسرے "ازم" کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ بہرحال جاگیرداری کا سدباب حضرت عمرؓ نے اپنی بے پناہ بصیرت کی بناء پر کردیا تھا اور آج بھی اسی اجتہاد کو بنیاد بناکر ہم موجودہ زمینداری نظام کو ختم کرسکتے ہیں۔

۸۔ شراب اور جوئے پر پابندی

نظام خلافت میں شراب اور جوئے پر مکمل پابندی عائد ہوگی کہ یہ چیزیں "رجس من عمل الشیطن" کے قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔ لاٹری سیف گیم ر-فل کے نام سے ہو یا فاطمید ر-فل ٹکٹ کے نام سے، یہ سب جوا ہے اور شیطانی دھندہ ہے۔ لاٹری کی شکل میں جوئے کی یہ لعنت بھی ہماری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے جس سے ہمیں چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔ انگریز جس طرح سود کی لعنت کو ہمارے گلے کا ہار بنا گیا تھا ویسی ہی خباثت جوئے کی شکل میں بھی چھوڑ گیا ہے۔

شراب اور جوئے کو قرآن مجید میں ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ اس لئے کہ یہ دونوں اشیاء انسانوں کو محنت سے دور بھگا دیتی ہیں۔ شراب کے نشے میں دھت انسان حقائق کا سامنا کرنے کی بجائے ان سے گریز کی راہ اختیار کرتا ہے اور جوا محنت کی بجائے داؤ کھیلنے کی ترغیب ہی کا دوسرا نام ہے۔ در اصل یہ دونوں چیزیں انسانی شرافت اور وقار کے منافی ہیں۔ حقائق کا دلیری کے ساتھ سامنا کرنا ہی اصل مردانگی ہے اور محنت ہی انسان کا زیور ہے۔

۹۔ مکمل سماجی اور قانونی مساوات

نظام خلافت میں کامل انسانی مساوات کا تصور کارفرما ہوگا۔ تمام انسان برابر سمجھے جائیں گے نہ کوئی اونچا ہوگا اور نہ کوئی نیچا۔ اسلامی معاشرے میں کوئی سید اونچا اور کوئی مصلی نیچا نہیں۔ ایسے تمام تصورات کو ختم کرنا ہوگا اور ان کی جڑیں کھودنا ہونگی اس لئے کہ اسلام میں اونچ نیچ کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ حضرت بلال حبشیؓ کو سیدنا بلال کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

اسی طرح قانون کی نظر میں بھی سب لوگ برابر ہوں گے۔ اسلام کے عدالتی نظام میں یہ تصور موجود نہیں ہے کہ سربراہ مملکت یا خلیفہ وقت عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ رہے۔ یہ تو خیر اتنی انہونی بات نہیں ہے۔ لیکن نظام خلافت میں دنیا نے یہ بھی دیکھا ہے کہ مطلوبہ گواہوں کی عدم دستیابی کے باعث خود خلیفہ وقت کا مقدمہ عدالت سے خارج کردیا گیا تھا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدمہ قاضی شریحؒ کی عدالت میں زیر سماعت تھا اور یہ مقدمہ اس لئے خارج ہوگیا تھا کہ حضرت علیؓ کے پاس غلام اور بیٹے کی گواہی کے علاوہ کوئی دوسری شہادت موجود نہ تھی، اور یہ شہادتیں اسلام کے قانون شہادت کے مطابق قابل قبول نہ تھیں۔ لہٰذا مقدمہ خارج ہوگیا۔ اسلام کے اس قدر بے لاگ انصاف کو دیکھ کر شریک مقدمہ یہودی اسلام لے آیا۔ چنانچہ سربراہ مملکت کو حاصل خصوصی تحفظات ہوں یا ممبران اسمبلی کا استحقاق ہو، یہ سب غیر اسلامی چیزیں ہیں۔ اسلام میں خلیفہ کو بھی کوئی خصوصی تحفظ یا مقام امتیاز حاصل نہیں ہے۔

البتہ اگر یہ ضرورت محسوس ہو کہ کہیں بدمعاش قسم کے لوگ ہر وقت خلیفہ کو مقدمہ بازی ہی میں نہ پھنسائے رکھیں تو اس کا سدباب بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس معاملے کو بھی حد قذف پر قیاس کرتے ہوئے اس طرح حل کیا جاسکتا ہے کہ خلیفہ وقت پر جھوٹا اور غلط مقدمہ دائر کرنے والے شخص کو بھی سزا دینے کا قانون بنادیا جائے۔

۱۰۔ مخلوط معاشرت کا سدباب

اس ایک بات میں سو باتیں جمع ہیں۔ اسلام کے سماجی نظام میں عورتوں اور مردوں کا دائرہ کار علیحدہ اور جدا ہے۔ عورتوں کا جسمانی نظام بھی مردوں سے مختلف ہے اور نفسیاتی ساخت بھی جدا ہے، لہٰذا دونوں اصناف کی ذمہ داریاں جدا ہیں، حال کا معاملہ مردوں کے حوالے اور قوم کا مستقبل عورتوں کے حوالے ہے، کیونکہ نئی نسل کی پرورش اور تربیت ہی تو مستقبل ہے۔ عورت کے لئے حمل کا زمانہ، بچے کو دودھ پلانے کا عرصہ اور پھر اس کی نگہداشت، کیا یہ سب کچھ غیراہم اور غیرپیداواری کام ہیں کہ اسے شمع محفل بنائے بغیر چارہ نہیں اقبال نے کہا تھا۔

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

اے مسلمان خاتون! حضرت فاطمہؓ جیسا کردار اختیار کر لے تو تیری گود میں حسن و حسین جیسے پھول کھلیں گے۔ چنانچہ ہمیں ایسی خواتین درکار ہیں' ایسی ماؤں کی ضرورت ہے' ایسی بہنوں کی ضرورت ہے' ایسی ہی بیویوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں ہرجائی خواتین کی کوئی ضرورت نہیں۔ نظام خلافت میں خواتین اور مردوں کے دائرہ ہائے کار علیحدہ علیحدہ ہوں گے اس لئے کہ یہ آگ اور پانی کا میل ہے۔ ہمیں مخلوط معاشرت کا مکمل خاتمہ کرنا ہو گا۔ سکولوں سے لے کر یونیورسٹی تک ہر جگہ تعلیمی ادارے الگ الگ ہیں خواتین کے تعلیمی اداروں میں خواتین ہی پڑھنے والی ہوں اور خواتین ہی پڑھانے والی اور دوسرا تمام عملہ بھی خواتین ہی پر مشتمل ہو۔ اسی طرح کا معاملہ ہسپتالوں کا بھی ہے۔ عورتوں کے ہسپتالوں میں خواتین ہی نرسیں ہوں' خواتین ہی ڈاکٹر ہوں اور خواتین ہی ملازم ہوں' جبکہ مردوں کے ہسپتالوں میں مرد ڈاکٹر اور مرد نرسیں (Male Nurses) ہوں اسی طرح کا معاملہ صنعتی اداروں میں بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اگر ارادہ ہو' ایمان ہو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی دی ہوئی تعلیم پر یقین کامل ہو تو ہر شئے ممکن ہے' ہر مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔

روح عصر کا تقاضا

آخری بات اگرچہ نظام خلافت سے متعلق نہیں ہے لیکن یہ چیز روح عصر کا تقاضا ہے۔ ہم یہ بات کہتے ہیں کہ خلیفہ ایک ہی ہو اور خلیفہ مجلس شوریٰ کی اکثریت کا محتاج نہ ہو۔ یہ نہیں ہو گا کہ وہ ہر وقت ادھر سے ادھر پھدکنے والے مینڈکوں کو ہی سنبھالتا رہے۔ آج کی دنیا میں رائج الوقت صدارتی نظام میں منتخب ہونے والے سربراہ مملکت کو مقررہ مدت تک کام کرنے کا پورا موقع دیا جاتا ہے۔ وہ کسی کانگریس یا پارلیمنٹ کا محتاج محض نہیں ہوتا۔ یہ باتیں مغرب نے اسلام ہی سے سیکھی ہیں' اگرچہ ہم خود ان اوصاف سے محروم ہیں چنانچہ علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفیٰ اورا بہاست
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

یعنی اس دنیا میں جہاں کہیں کوئی خیر اور بھلائی کی نظر آتی ہے وہ یا تو براہ راست حضورؐ ہی کا عطیہ ہے یا ابھی انسانیت اس نور کی تلاش ہی میں سفر کر رہی ہے' قافلہ انسانی کا رخ اسی طرف ہے اور وہ جلد یا بدیر ادھر ہی پہنچے گا۔ اس اعتبار سے ضروری ہے کہ موجودہ صوبوں کے معاملے کا بھی از سر نو جائزہ لیا جائے۔ پہلے ہی تین صوبے پنجاب کے بڑا ہونے پر شور مچاتے رہتے ہیں حالانکہ بڑا بھائی ہونے کے ناطے پنجاب کو نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ سینٹ میں پنجاب کے بھی اتنے ہی نمائندے ہیں جتنے بلوچستان کے' حالانکہ بلوچستان کی کل آبادی لاہور شہر سے بھی آدھی ہے۔ اسی طرح پانی کی تقسیم کے معاہدے میں بھی پنجاب کو نقصان پہنچا ہے۔ جگہ بڑا بھائی ہی مار کھا رہا ہے لیکن واویلہ پھر بھی یہی ہے کہ پنجابی ہمیں لوٹ کر کھا گئے۔ صدارتی نظام میں یہ احساس محرومی اور بڑھ جانے کا خطرہ موجود ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ صوبوں کی نئی قسم عمل میں لائی جائے اور لیکن اس کا حل بھی موجود چھوٹے چھوٹے صوبے تشکیل دیئے جائیں۔ یہ بات ضیاء الحق نے بھی کہی تھی اور اچھی بات کہی تھی' ملک کے خیر خواہ عناصر بھی یہی کہتے آ رہے ہیں کہ صوبے چھوٹے کر دیئے جائیں۔ ضیاء الحق مرحوم نے تو یہاں تک کہا تھا کہ پڑوسی ملک افغانستان کو دیکھو کہ وہ آبادی کے لحاظ سے ہمارا پانچواں حصہ ہے لیکن صوبوں کے اعتبار سے وہ ہم سے بارہ گناہ بڑا ہے۔ افغانستان کے پچاس صوبے ہیں جبکہ اس کی آبادی صرف دو کروڑ ہے لہٰذا یہاں پر بھی چھوٹے صوبے بنائے جائیں' نئی صوبائی تقسیم میں لسانی اور جغرافیائی عوامل کو بھی مد نظر رکھا جائے اور ایک کروڑ کی آبادی سے زیادہ کوئی صوبہ نہ ہو۔ مولانا عبدالستار نیازی صاحب نے بھی نئی صوبائی تشکیل کی بات ارشاد فرمائی اور صحیح فرمائی ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ صوبے چھوٹے ہوں اور انہیں زیادہ سے زیادہ اختیارات دیئے جائیں۔

موجودہ دور میں احیائے خلافت کا طریق کار

خلافت کا نظام کیا تھا اور اب کیسا ہو گا؟ میں نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس کے بغیر بات آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ نظام اب قائم کیسے ہو؟ ایک قول مولانا ابوالکلام آزاد نے ہمیں یاد دلایا تھا جسے عموماً امام مالک کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے لیکن بعض محققین کے مطابق یہ قول حضرت ابو بکرؓ کا ہے۔

"لا یصلح اخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولہ" کہ اس امت کے آخری حصے کی اصلاح بھی اسی طریق سے ہو سکتی ہے جس پر اس کے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی۔ اس قول میں اول و آخر کا لفظ بڑا عجیب ہے۔ اول دور خود حضورؐ کا دور ہے' جسے خلافت علی منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے اور قیامت سے پہلے آخری دور میں پھر خلافت علی منہاج النبوۃ کا نظام قائم ہو گا۔ اس قول سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ جیسے حضورؐ نے نظام قائم فرمایا تھا صرف اسی طریقے سے اب یہ نظام قائم ہو سکتا ہے!۔ پہلے ہر شخص اپنی ذات میں اللہ کا خلیفہ بنے' پھر اپنے گھر اور دائرہ اختیار میں خلافت کا حق ادا کرے' اس کا تقاضا پورا کرے اور جو لوگ یہ دو مرحلے طے کر لیں انہیں بنیان مرصوص بنا کر ایک نظم میں پرو دیا جائے اور پھر یہی لوگ باطل کے ساتھ ٹکرا جائیں' میدان میں آ کر منکرات کو چیلنج کریں اور اپنے سینوں پر گولیاں کھائیں کہ۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

ہم نہ توڑ پھوڑ کے قائل ہیں اور نہ ہی دنگا فساد کو صحیح سمجھتے ہیں' کسی کی املاک کو نقصان پہنچانا بھی ہمارا کام نہ ہو گا' ہم کسی پر گولی نہیں چلائیں گے بلکہ اپنے سینوں کو گولیوں سے چھلنی کروانے کے لئے کھول دیں گے کہ یا ہم نہیں یا کفر کا یہ نظام نہیں! لیکن یہ مرحلہ اس وقت آئے گا جب ہمارے پاس طاقت ہو گی۔ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ برس تک بتوں کے بارے میں کہتے رہے کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے' لیکن بتوں کو توڑا نہیں' بلکہ آپؐ جماعت صحابہؓ کی تربیت فرماتے رہے اور اپنی جمعیت کو بڑھاتے رہے۔ ان کا تزکیہ کرتے رہے۔ تب کہیں جا کر جہاد و قتال اور فتح و نصرت کے مراحل آئے۔ اور فتح مکہ کے دن حضورؐ نے پہلا کام ہی بتوں کو توڑنے کا کیا کہ "جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" شریعت میں نہی عن المنکر کا اصول موجود ہے کہ جب تک طاقت حاصل نہیں ہے زبان سے منکرات اور حرام باتوں پر نکیر کی جائے' جیسے ہم اس وقت کر رہے ہیں۔ سود حرام ہے' جوا حرام ہے' بے پردگی اور فحاشی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب باتوں کو ڈنکے کی چوٹ کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر ہم حق بات نہیں کہیں گے تو حدیث کے مطابق ہماری حیثیت "گونگے شیطان"

خلافت کی خوشخبری

الفاظ کے ایک نئے جامے میں

اِنَّ اَوَّلَ دِیْنِکُمْ نُبُوَّۃٌ وَرَحْمَۃٌ وَتَکُوْنُ فِیْکُمْ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ، ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّۃِ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ، ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًّا فَیَکُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّۃً فَتَکُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ، ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃً عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّۃِ تَعْمَلُ فِی النَّاسِ بِسُنَّۃِ النَّبِیِّ وَیُلْقِی الْاِسْلَامُ بِجِرَانِہٖ فِی الْاَرْضِ یَرْضٰی عَنْهَا سَاکِنُ السَّمَاءِ وَسَاکِنُ الْاَرْضِ لَا تَدَعُ السَّمَاءُ مِنْ قَطْرٍ اِلَّا صَبَّتْہُ مِدْرَارًا وَلَا تَدَعُ الْاَرْضُ مِنْ نَبَاتِهَا وَبَرَکَاتِهَا شَیْئًا اِلَّا اَخْرَجَتْہُ

تمہارے دین کی ابتداء نبوت اور رحمت سے ہے اور وہ تمہارے درمیان رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ جل جلالہ اس کو اٹھا لے گا۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہو گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ اسے بھی اٹھا لے گا۔ پھر بد اطوار بادشاہی ہو گی اور جو کچھ اللہ چاہے گا وہ ہو گا۔ پھر اللہ اسے بھی اٹھا لے گا۔ پھر جبر کی فرمانروائی ہو گی اور وہ بھی جب تک اللہ چاہے گا' رہے گی۔ پھر اللہ اسے بھی اٹھا لے گا۔ پھر وہی خلافت بطریق نبوت ہو گی جو لوگوں کے درمیان نبیؐ کی سنت کے مطابق عمل کرے گی اور اسلام زمین میں پاؤں جما لے گا۔ اس حکومت سے آسمان والے بھی راضی ہوں گے اور زمین والے بھی۔ آسمان دل کھول کر اپنی برکتوں کی بارش کرے گا اور زمین اپنے پیٹ کے سارے خزانے اگل دے گی۔ (مولانا مودودی مرحوم کی "تجدید و احیائے دین" سے ماخوذ)

جیسی ہو گی۔ ہم اللہ کی توفیق سے حق بات کو بیان کرتے رہیں گے اور جب طاقت حاصل ہو جائے گی تو باطل نظام کو چیلنج کیا جائے گا کہ اب یہ سب کچھ ہم نہیں ہونے دیں گے۔ ایرانی انقلاب میں یہ طریقہ آزمایا جا چکا ہے۔ الیکشن میں ووٹوں کی بھیک مانگ کر آیت اللہ خمینی قیامت تک برسر اقتدار نہیں آ سکتے تھے' وہاں انقلاب نہیں آ سکتا تھا۔ یہی طریقہ کار پاکستان میں بھی اہل تشیع نے ضیاء الحق کے زکوٰۃ آرڈیننس کو منسوخ کرانے کے لئے استعمال کیا اور کامیابی حاصل کی۔ چنانچہ اہل تشیع کو زکوٰۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ کر دیا گیا اور یوں اہل سنت کو شیعہ بنانے کا راستہ کھول دیا گیا۔

احیائے خلافت اور پاکستان کا مستقبل

نظام خلافت کیسے قائم ہو گا؟ کس تدریج سے قائم ہو گا؟۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے اسے سرزمین عرب میں قائم کیا پھر وہ تدریج کے ساتھ آگے پھیلتا چلا گیا۔ اب بھی کسی ایک ملک سے ہی آغاز ہو گا۔ یہ ملک کونسا ہو گا ہم حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن مسلمانوں کی گزشتہ چار سو سال کی تاریخ کے جائزے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی سرزمین کو نظام خلافت کے احیاء کے لئے پسند فرمایا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ گزشتہ چار سو سال کے دوران عالم اسلام کی تمام بڑی شخصیات برعظیم پاک و ہند میں پیدا ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس خطے میں بڑی عظیم دینی تحریکیں اٹھی ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری میں مجدد اعظم شیخ احمد سرہندی" مجدد الف ثانی کی شخصیت' بارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی" جیسی جامع الصفات شخصیت' تیرہویں صدی میں سید احمد بریلوی" اور شاہ اسماعیل" شہید اور ان کی تحریک شہیدین' چودھویں صدی میں مولانا محمود حسن" جیسی سیماب وش شخصیت اور دار العلوم دیو بند کی عظیم تحریک' مولانا الیاس" جیسا مبلغ دین اور تبلیغی جماعت' مولانا ابوالکلام آزاد جیسا داعی قرآن ' مولانا مودودی مرحوم جیسا بلند پایہ مصنف و داعی اور علامہ اقبال مرحوم جیسا مفکر اور ترجمان القرآن ---- اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسی برعظیم میں پاکستان جیسا ملک وجود میں آیا جو صرف اسلام کے نام پر قائم ہوا۔ یہ تمام واقعات محض اتفاقات قرار نہیں دئے جا سکتے بلکہ یہ اس بات کی جانب واضح اشارے معلوم ہوتے ہیں کہ اللہ کی حکمت میں اس علاقے کے لوگوں کو کوئی اہم کردار ادا کرنا ہے۔ ہم میں سے ہر مسلمان کی یہ خواہش اور آرزو بھی ہونی کہ یہ "رتبہ بلند" ہمیں ملے' یہ سعادت ہمارے حصے میں آئے۔ لہٰذا ہمیں اس مقصد کے لئے کوشش کرنا چاہیے ' احیائے خلافت کے لئے جدوجہد کرنا چاہیے۔ اس کے لئے' جیسا کہ میں نے عرض کیا' ایک جماعتی نظم ناگزیر ہے۔ ہم نے اسی محنت اور کوشش کے لئے تنظیم اسلامی قائم کی ہے۔ آپ لوگ اگر اپنا تن من اور دھن لگانے کے لئے تیار ہوں تو آگے بڑھیے' ہمارے دست و بازو بنئے' تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کیجئے! لیکن اگر ابھی ارادہ اتنا قوی نہیں ہے تو تحریک خلافت کے منشور کو عوام میں زیادہ سے زیادہ پھیلانے میں ہمارا ساتھ دیجئے اور اس کے لئے تحریک خلافت کی معاونت اختیار کیجئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"تعاونوا علی البر و التقوی ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان"

کہ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو---- اور گناہ اور زیادتی کے معاملات میں باہم تعاون مت کرو!!

اقول قولی هذا و استغفر اللہ لی و لکم و لسائر المسلمین و المسلمات○

○

علاقائی خلافت کمیٹیوں کے انتخابات مکمل ہو گئے

مرکزی خلافت کمیٹی کا انتخاب کنونشن میں ہو گا

تحریک خلافت پاکستان کی علاقائی کمیٹیوں کے انتخابات حسب پروگرام مکمل ہو گئے ہیں اور ذیل میں منتخب اراکین کی جو فہرست شائع کی جا رہی ہے' وہ انتخابات کے نگران جناب مختار حسین فاروقی صاحب نے سرکاری طور پر ہمیں اطلاع عام کے لئے مہیا کی ہے -- (ادارہ)

علاقائی خلافت کمیٹی نمبر ا
پشاور ڈویژن

ا- حضرت گل صاحب -- صوابی
۲- وارث خان صاحب -- پشاور
۳- خورشید انجم صاحب -- پشاور
۴- اشفاق میر صاحب -- پشاور
۵- محمد فہیم صاحب -- دیر
۶- انعام خان صاحب -- پشاور
۷- حاجی خدا بخش صاحب -- پشاور
۸- محمد اسحاق صاحب -- ایبٹ آباد
۹- نظام الدین صاحب -- پشاور
۱۰- فضل حکیم صاحب -- پشاور
۱۱- عبد الماجد صاحب -- اکوڑہ خٹک
۱۲- محمد صدیق صاحب - منگورہ - سوات
۱۳- گل رحمان صاحب -- باجوڑ
۱۴- محمد نسیم خان صاحب -- مانسہرہ
۱۵- سعید اصغر علی صاحب -- صوابی
۱۶- جان اصغر صاحب -- صوابی

علاقائی خلافت کمیٹی نمبر ۲
بنوں ڈویژن

ا- کرنل اللہ نواز خان ڈیرہ اسماعیل خان
۲- جناب یار محمد خان بھکر
۳- پروفیسر شمشیر علی خان صاحب -- بنوں
۴- انجینئر جہانگیر خان صاحب -- بنوں
۵- جناب عزیز دراز صاحب -- بنوں
۶- جناب سعید حمید الدین صاحب -- بنوں
۷- مولانا الطاف الرحمٰن بنوی کوٹلہ میر عالم
۸- جناب ولی ایاز خان صاحب -- بنوں
۹- جناب گل ایوب خان صاحب -- بنوں
۱۰- جناب مطیع اللہ خان صاحب -- بنوں

علاقائی خلافت کمیٹی نمبر ۴
راولپنڈی ڈویژن

ا- سید افضل علی شاہ صاحب -- راولپنڈی
۲- افضل حق مجاہد صاحب -- راولپنڈی
۳- ظہیر احمد صاحب -- راولپنڈی
۴- سراج دین صاحب -- راولپنڈی
۵- محمد اکرم واسطی صاحب -- راولپنڈی
۶- شمس الحق اعوان صاحب -- راولپنڈی
۷- جناب اللہ دتہ صاحب -- واہ کینٹ
۸- محمد الیاس عباسی صاحب -- بیروٹ (ایبٹ آباد)
۹- عبد الرحیم افتخار صاحب -- بیروٹ (ایبٹ آباد)
۱۰- خالد محمود عباسی صاحب -- راولپنڈی
۱۱- محمد ادریس اعوان صاحب -- چکوال
۱۲- محمد اخلاص صاحب -- چکوال
۱۳- محمد اکرم صاحب -- چکوال
۱۴- مرزا نعیم بیگ صاحب -- اسلام آباد
۱۵- عبد الحسیب صاحب -- راولپنڈی
۱۶- محمد اختر لودھی صاحب -- اٹک
۱۷- چوہدری محمد اسلم صاحب -- اسلام آباد
۱۸- رانا عبد الغفور صاحب -- اسلام آباد
۱۹- خالد محمود ملک صاحب -- اسلام آباد
۲۰- ضیاء الرحمان بخاری صاحب -- راولپنڈی

علاقائی خلافت کمیٹی نمبر ۵
گوجرانوالہ ڈویژن

ا- مرزا ندیم بیگ صاحب -- ڈسکہ

۲- محمد رفیق راشدی صاحب -- گجرات
۳- محمد اشرف ڈھلوں صاحب -- ڈسکہ
۴- پاشا ہارون برکی صاحب -- گوجرانوالہ
۵- حافظ ذوالفقار شاہد صاحب -- سیالکوٹ
۶- محمد اشرف ثاقب صاحب -- ڈسکہ
۷- عبدالسلام صاحب -- گجرات
۸- نعیم اختر عدنان صاحب -- فیروزوالا
۹- احمد علی بٹ صاحب -- گجرات
۱۰- کمانڈر محمد طفیل صاحب -- سیالکوٹ
۱۱- سراج الحق صاحب -- نوشہرہ ورکاں
۱۲- ڈاکٹر خالد محمود صاحب -- گکھڑ
۱۳- محمد شفیع میر صاحب -- گجرات
۱۴- ڈاکٹر نصیر احمد صاحب -- گجرات
۱۵- سید عاصم شہزاد صاحب -- فیروزوالا
۱۶- ملک تنویر الحق صاحب -- سیالکوٹ
۱۷- محمد امین شاد صاحب -- گوجرانوالہ
۱۸- عبدالرشید صدیقی صاحب -- گوجرانوالہ
۱۹- مرزا محمد یوسف صاحب -- گوجرانوالہ
۲۰- محمد اشرف ندیم صاحب -- گجرات

علاقائی خلافت کمیٹی نمبر ۶
لاہور ڈویژن

۱- ڈاکٹر عبدالخالق صاحب -- لاہور
۲- سید معین الدین شاہ صاحب -- لاہور
۳- مرزا محمد ایوب بیگ صاحب -- لاہور
۴- میجر فتح محمد صاحب -- لاہور
۵- محمد زمان خان صاحب -- لاہور
۶- محمد اشرف وصی صاحب -- لاہور
۷- غلام اصغر صدیقی صاحب -- بھائی پھیرو
۸- عمران چشتی صاحب -- لاہور
۹- غازی محمد وقاص صاحب -- لاہور
۱۰- شیخ محمد جمیل صاحب -- اوکاڑہ
۱۱- اقبال حسین صاحب -- لاہور
۱۲- ڈاکٹر ظفر اقبال صاحب -- کرباٹھ
۱۳- عبدالرزاق صاحب -- لاہور
۱۴- طارق جاوید صاحب -- لاہور
۱۵- محمود عالم میاں صاحب -- لاہور
۱۶- جمیل اختر صاحب -- لاہور
۱۷- الطاف حسین صاحب -- لاہور
18- حبیب الرحمٰن صاحب -- لاہور
۱۹- محمد سلیم ضیاء صاحب -- لاہور
۲۰- غلام احمد بھٹی صاحب -- لاہور

علاقائی خلافت کمیٹی نمبر ۷
فیصل آباد سرگودھا ڈویژن

۱- محمد رشید عمر صاحب -- فیصل آباد
۲- محمد اسلم صاحب -- سرگودھا
۳- ڈاکٹر فیض رسول صاحب -- فیصل آباد
۴- حاجی محمد عبداللہ صاحب -- میانوالی
۵- ملک احسان الٰہی صاحب -- فیصل آباد
۶- آفتاب محی الدین صاحب -- فیصل آباد
۷- حافظ محمد ارشد صاحب -- فیصل آباد
۸- مشتاق احمد صاحب -- فیصل آباد
۹- حامد صابر حسین صاحب -- فیصل آباد
۱۰- محمد اکرام صاحب -- سرگودھا
۱۱- محمد ریاض صاحب -- سرگودھا
۱۲- مقصود احمد صاحب -- فیصل آباد
۱۳- محمد اقبال صاحب -- سرگودھا
۱۴- ریاض احمد گھمن صاحب -- سرگودھا
۱۵- انور کمال صاحب -- فیصل آباد
۱۶- محمد انور خان صاحب -- فیصل آباد
۱۷- پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب -- فیصل آباد
۱۸- ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب -- فیصل آباد
۱۹- محمد اقبال صاحب -- فیصل آباد
۲۰- پروفیسر خان محمود صاحب -- فیصل آباد

علاقائی خلافت کمیٹی نمبر ۸
ملتان ڈویژن

۱- جناب پرویز اسماعیل صاحب -- خانیوال
۲- جناب اختر عباس صاحب -- جھنگ
۳- جناب اعجاز احمد صاحب -- شجاع آباد
۴- جناب سید عمران حمید صاحب -- شجاع آباد
۵- جناب محمد یونس صاحب -- وہاڑی
۶- جناب راؤ محمد جمیل صاحب -- وہاڑی
۷- جناب مقبول حسین صاحب -- ملتان
۸- جناب شوکت حسین صاحب -- ملتان
۹- جناب عبدالودود صاحب -- ملتان
۱۰- جناب سید اطہر عاصم صاحب -- ملتان
۱۱- جناب اجمل ترین صاحب -- ملتان
۱۲- جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی صاحب -- ملتان
۱۳- جناب طالب حسین صاحب -- ملتان
۱۴- جناب احمد طاہر سعید صاحب -- ملتان
۱۵- مختار حسین فاروقی صاحب -- ملتان
۱۶- جناب عطاء اللہ انجم صاحب -- ملتان
۱۷- جناب چراغ الدین صاحب -- ملتان

علاقائی خلافت کمیٹی نمبر ۱۰
بہاولپور ڈویژن

۱- جناب سلیم اختر صاحب -- بہاولپور
۲- جناب زاہد جاوید صاحب -- خانپور
۳- ڈاکٹر طاہر ابرار صاحب -- صادق آباد
۴- حاجی صفدر امین صاحب -- صادق آباد
۵- جناب انعام الحق صاحب -- صادق آباد
۶- جناب عبداللہ نجیب صاحب -- صادق آباد
۷- جناب سجاد منصور صاحب -- صادق آباد
۸- جناب محمد سعد شبلی صاحب -- رحیم یار خان
۹- جناب محمد علی صاحب -- رحیم یار خان
۱۰- رانا غلام اکبر خان صاحب -- رحیم یار خان

۱۱- جناب خالد بشیر صاحب -- رحیم یار خان
۱۲- مولانا مقصود احمد صاحب -- رحیم یار خان
۱۳- جناب عزیز الرحمٰن لاشاری صاحب -- رحیم یار خان

علاقائی خلافت کمیٹی نمبر ۱۴
سندھ و بلوچستان

۱- شیخ محمد انعام صاحب -- کراچی
۲- غلام محمد سومرو صاحب -- سکھر
۳- زین العابدین صاحب -- کراچی
۴- عارف سبحان صاحب -- کراچی
۵- جلال الدین اکبر صاحب -- کراچی
۶- مولانا ابوبکر بلوچ صاحب -- کراچی
۷- اقتدار احمد صاحب -- کوئٹہ
۸- عابد جاوید صاحب -- کراچی
۹- شاہین نیازی صاحب -- کراچی
۱۰- طاہر محمود چوہدری صاحب -- کراچی
۱۱- عقیل ضمیر چغتائی صاحب -- کراچی
۱۲- محمد علی اعظم صاحب -- کراچی
۱۳- روفی جلیس صاحب -- کراچی
۱4- عبد الہادی صاحب -- حیدر آباد
۱۵- ارشاد احمد صاحب -- کراچی
۱۶- ڈاکٹر محمد اعظم صاحب -- خیرپور ناتھن شاہ
۱۷- سعید الدین صدیقی صاحب -- سکھر
۱۸- احمد عبد الوہاب صاحب -- کراچی
۱۹- طارق امین صاحب -- کراچی
۲۰- عبد المجید شیخ صاحب -- کراچی

علاقائی خلافت کمیٹی نمبر ۱۵
آزاد کشمیر

۱- راجہ محمد آزاد خان برق صاحب -- مظفر آباد
۲- راجہ محمد اعظم خان صاحب -- مظفر آباد
۳- راجہ محمد اکرم خان صاحب -- باغ
۴- راجہ محمد ملوک خان صاحب -- باغ
۵- راجہ علی افسر خان صاحب -- باغ
۶- راجہ محمد داؤد خان صاحب -- باغ
۷- جناب خضر حیات عباسی صاحب -- مظفر آباد
۸- راجہ محمد مختار صاحب -- مظفر آباد
۹- صوفی محمد رستم خان صاحب -- باغ
۱۰- جناب ایاز بشیر شیخ صاحب -- مظفر آباد
۱۱- قاری عبد الرحیم صاحب -- مظفر آباد
۱۲- محمد یوسف مسعودی صاحب -- مظفر آباد
۱۳- ڈاکٹر محمد اشرف قریشی صاحب -- مظفر آباد
۱۴- انوار الحق کیانی صاحب -- مظفر آباد
۱۵- طارق مسعود کیانی صاحب -- مظفر آباد
۱۶- راجہ عبد الوحید صاحب -- مظفر آباد
۱۷- جناب شبیر احمد اعوان صاحب -- باغ
۱۸- سید محمد آزاد صاحب -- میرپور
۱۹- قاری شبیر احمد سار صاحب -- میرپور
۲۰ - سید صغیر حسین شاہ بخاری صاحب - پونچھ

اعتذار

منتخب حضرات کے اسمائے گرامی نقل کرنے میں ہر ممکن احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ اس کے باوجود کوئی کمی بیشی ہو گئی ہو تو ادارہ کی معذرت قبول کی جائے۔

KHALID TRADERS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

AUTHORIZED AGENTS **NTN** BEARINGS

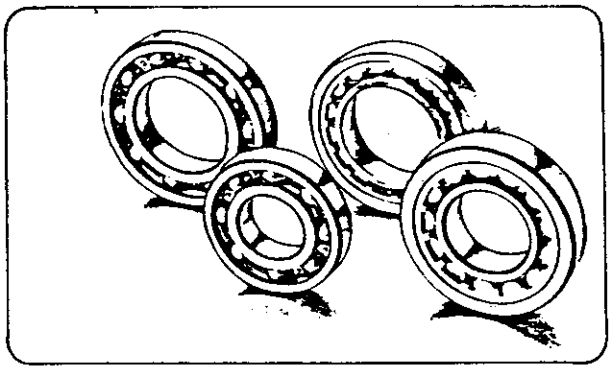

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan) Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

'WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING'

گاندھی نے خانہ جنگی کے امکانات کا کوئی اثر قبول نہ کیا

(پانچویں قسط)

کیبنٹ مشن پلان

مولانا آزاد نے لکھا کہ صوبوں کی گروپنگ جامد اور بے جوڑ ہوگی

مرزا ایوب بیگ

ان تاریخی واقعات کی کڑیوں کو جوڑنے سے ایک بات بالکل واضح ہوکر سامنے آتی ہے مولانا کو بالآخر یہ احساس ہوگیا تھا کہ ان کی حیثیت کانگرس کے کٹھ پتلی صدر کی ہے یعنی ایک روز پہلے سکیم (الف) کے بارے میں جوش و خروش کا اظہار کرنا اور بات کو اس حد تک لے جانا کہ مذاکرات کے لئے مقام تک طے کر ڈالنا اور دوسرے روز سکیم (الف) کی روح کے صریحاً خلاف اور متضاد موقف تحریری طور پر اختیار کرنا اور ساتھ ہی کانگرس کی صدارت سے ہی دستبردار ہوجانا مولانا کے داخلی احساسات کا اظہار ہے۔ البتہ مولانا کے ہرمداح کے ذہن میں یہ بات سوالیہ نشان کی شکل اختیار کرتی ہے کہ آیا کانگرس کے متعصبانہ اور غیر لچکدار رویہ کے باوجود اور اس توہین آمیز اور گھٹیا سلوک کے بعد جو اس نے اپنے مسلمان صدر کے ساتھ کیا اور جسے خود مولانا نے شدت سے محسوس کیا' انھیں صدارت سے دستبرداری پر اکتفا کرنا چاہئے تھا یا یہ کہ اصولی موقف اختیار کرتے اور کانگرس کی رکنیت ختم کرکے جس بات کو صحیح سمجھتے تھے' ڈنکے کی چوٹ اس کا اعلان کرتے۔ چاہے مسلم لیگ کا ساتھ نہ دیتے لیکن مولانا اس وقت اس پوزیشن میں تھے کہ کانگرس کی ہٹ دھرمی اور "میں نہ مانوں" کی پالیسی کو بری طرح بے نقاب کرتے۔

کانگرس کے ایک سابق صدر کی حیثیت سے مولانا آزاد اگر ایک مہم کے طور پر یہ کام کرتے تو سیاسی سطح پر ہندوؤں کے لئے انتہائی ضرر رساں اور مسلمانوں کے لئے انتہائی مفید ہوتا۔ یاد رہے کہ قبل ازیں مولانا صدر کانگرس کی حیثیت سے کئی مرتبہ واشگاف انداز میں کہہ چکے تھے کہ کانگرس کی پرزور خواہش ہے کہ کسی نہ کسی تصفیہ پر ضرور پہنچا جائے۔

وزارتی کمشن نے مولانا کی اس سیاسی قلابازی کے باوجود ہمت نہ ہاری اور جواباً کانگرس کو یہ لکھا کہ دعوت نامہ میں جو سکیم تجویز کی گئی ہے وہ محض تصفیہ کی مجوزہ بنیاد ہے' کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے اسے قبول کرنا شرط نہیں۔ اس پر مجوزہ شملہ کانفرنس میں شرکت کے لئے کانگرس نے چار رکنی کمیٹی تشکیل دی جو صدر کانگرس مولانا ابوالکلام آزاد کے علاوہ جواہر لعل نہرو' سردار پٹیل اور خان عبدالغفار خاں پر مشتمل تھی۔ ماضی قریب کے انتخابات میں مسلم نشستوں پر مسلم لیگ کی صد فی صد کامیابی کے باوجود مذاکراتی کمیٹی میں دو ہندو اور دو مسلمان نامزد کر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو کانگرس کی طرف سے مساوی نمائندگی کا تاثر دینا اصلاً کانگرس کی اس شر انگیزی کا حصہ تھا جس کا آغاز اس نے اپنے قیام کے ساتھ ہی کر دیا تھا۔ گو مولانا آزاد نے اپنی طرف سے اس کی وضاحت کرنے کی کوشش بھی کی کہ مجھے بحیثیت صدر نمائندوں کے تقرر کا حق تھا اور نہرو اور پٹیل کا انتخاب میں نے اپنی آزاد مرضی سے کیا تھا مگر پھر بھی سوال یہ ہے کہ باچا خان کہاں سے ٹپک پڑے تھے؟۔

شملہ مذاکرات کے لئے مسلم لیگ کے چار رکنی وفد میں قائداعظم' نواب محمد اسمٰعیل خان' لیاقت علی خاں اور سردار عبدالرب نشتر شامل تھے۔

شملہ مذاکرات

۵ مئی ۴۶ء کو شملہ مذاکرات کا آغاز ہوا جس میں کانگرس مضبوط مرکز اور ہندوستان کی سطح پر ایک مرکزی اسمبلی پر زور دیتی رہی اور قائداعظم صوبوں کی گروپنگ اور دونوں گروپوں کے درمیان معاہدوں اور سمجھوتوں پر اڑے رہے۔ وزارتی مشن کے ارکان بھی ایک مرکزی اسمبلی کے قیام کے سلسلے میں کانگرسی ارکان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔

اگلی صبح یعنی ۶ مئی کو اجلاس سے پہلے ہی مولانا آزاد کی طرف سے وزارتی مشن کے ارکان کو ایک خط ملا جس میں کانگرس نے اس بنیاد ہی کو تباہ کر دیا جس پر ان مذاکرات کا آغاز ہوا تھا۔ خط میں کہا گیا "ہمارے سامنے بنیادی مسئلہ ہند کی آزادی اور یہاں سے انگریز کا اخراج ہے باقی معاملات اس کے ذیل میں آتے ہیں اور اس پر گفتگو اور کوئی فیصلہ آئین ساز اسمبلی ہی میں ہو سکتا ہے۔ یہ اسمبلی آزاد ہندوستانی قوم کے ارادوں کی آئینہ دار ہو گی اور ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے گی۔ یہ پہلے سے کئے گئے کسی بندوبست کی پابند نہیں ہو گی" مزید لکھا کہ "صوبوں کی گروپنگ کا نظام بے ڈھنگا' جامد اور بے جوڑ ہو گا اور مستقل اختلاف کا شاخسانہ ثابت ہو گا۔ ہماری پختہ رائے میں تقسیم ہند کی قسم کی تجاویز اس کانفرنس میں زیر بحث لانے کے دائرہ میں شامل نہیں"

۶ مئی کی صبح جب اجلاس کا آغاز ہوا تو نہرو نمائندگی کر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ ہم ہندوستان کے حصے بخرے کرنے کی اجازت کبھی نہیں دے سکتے۔ اس نے لیگ سے اپیل کی کہ وہ قانون ساز اسمبلی میں شامل ہو جائے۔ کوئی جبر نہیں ہو گا۔ مسلم لیگ جو آزاد اور خود مختار پاکستان کی بجائے مسلم اکثریت کے صوبوں کا علیحدہ گروپ بنانے پر آمادگی کا اظہار کر کے اپنے موقف میں لچک پیدا کر

چکی تھی' دوران مذاکرات بھی معاملہ فہمی اور کسی حتمی فیصلہ پر پہنچنے کے لئے تعاون پر آمادہ نظر آئی۔ قائداعظم جو مذاکرت کے آغاز میں قانون سازی کا حق صرف گروپوں کو دینے پر مصر تھے بعد ازاں مرکز میں بھی مجلس قانون ساز تشکیل دینے پر رضامند ہو گئے لیکن کانگرس قائداعظم کی اس لچک کو بھی خاطر میں نہ لائی اور مضبوط مرکز کے مطالبے پر ڈٹی رہی۔

اب مشن کے ارکان اور لارڈ ویول نے گاندھی سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا لیکن انھیں اس وقت سخت مایوسی ہوئی جب گاندھی نے کہا کہ فرقہ وارانہ بنیادوں پر صوبوں کی گروپنگ کی سکیم تو پاکستان کے مطالبہ سے بھی بدتر ہو گی۔ انہوں نے وزارتی مشن سے کہا کہ آپ یا تو کانگرس کے مطالبات تسلیم کر لیں یا مسلم لیگ کے --- بیچ کا کوئی راستہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بقول وائسرائے ویول' گاندھی نے خانہ جنگی کے امکانات کا کوئی اثر قبول نہیں کیا تھا۔ اصلاً گاندھی نے پٹیل کا نظریہ قبول کر لیا تھا کہ اگر ہم ڈٹے رہیں گے تو مسلمان لڑیں گے نہیں۔ لیکن نتائج کے اعتبار سے ان کے غیر لچکدار رویے سے ہند کو متحد رکھنے کے امکانات معدوم ہوتے جا رہے تھے۔

بہرحال شملہ میں تقریباً گیارہ دن شب و روز کے اجلاس کے بعد جب وزارتی مشن فریقین کو کسی ایک بل پر متفق نہ کر سکا اور شملہ مذاکرات ناکام ہو گئے تو ۱۶ مئی ۴۶ء کو وزارتی مشن نے اپنی طرف سے ایک بل پیش کر دیا جو کیبنٹ مشن پلان کے نام سے مشہور ہوا جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

کیبنٹ مشن پلان

۱۔ ایک یونین آف انڈیا جو سارے برطانوی ہند اور ریاستوں پر مشتمل ہو گی۔ امور خارجہ' دفاع اور مواصلات کے محکمے اس کی تحویل میں ہوں گے اور اسے ان محکموں کے لئے درکار آمدنی کے حصول کے لئے ضروری اختیارات حاصل ہوں گے۔

۲۔ یونین کی ایک ایگزیکٹو اور ایک قانون ساز اسمبلی ہو گی۔ قانون ساز اسمبلی میں درپیش کسی بھی بڑے فرقہ وارانہ مسئلہ کے فیصلے کے لئے ہر دو بڑے فرقوں کے حاضر اور رائے شماری میں شریک نمائندوں کی اکثریت اور ایوان میں حاضر اور رائے شماری میں شریک تمام ارکان کی بحیثیت مجموعی اکثریت درکار ہو گی۔

۳۔ یونین کی تحویل میں دئے گئے شعبوں کے علاوہ باقی تمام شعبے اور اختیارات صوبوں کو تفویض کئے جائیں گے۔

۴۔ ریاستیں بھی' مرکز کے شعبہ جات کے علاوہ' باقی شعبہ جات اور اختیارات کی حامل ہوں گی۔

۵۔ صوبوں کو آزادی ہو گی کہ وہ اپنے ایسے گروپ تشکیل دیں جن کی اپنی ایگزیکٹو اور قانون ساز اسمبلی ہو۔ مزید براں ہر گروپ صوبائی شعبہ جات میں سے ان شعبوں کا تعین کر سکے گا جو مشترکہ ہوں گے۔

۶۔ یونین اور گروپوں کے دساتیر میں یہ شق شامل ہو گی کہ ابتدائی دس سال بعد اور پھر ہر دس سال بعد کوئی بھی صوبہ اپنی قانون ساز اسمبلی کی اکثریت سے آئین کی شرائط پر نظرثانی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

وزارتی مشن منصوبہ میں آزاد اور خودمختار پاکستان کی مکمل نفی کر دی گئی جس سے مسلمانان ہند میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ عام مسلمان کا ردعمل واضح تھا کہ اس کے جذبات کو پاکستان کے رد کئے جانے کی وجہ سے ٹھیس پہنچی تھی۔ وہ مسلم لیگ اور قائداعظم سے' آزاد اور خود مختار پاکستان سے کم تر کسی بات پر راضی ہونے کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ ان حالات میں جب وائسرائے نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کے ذریعے قائداعظم کا ردعمل معلوم کرنا چاہا تو قائداعظم نے اپنی طرف سے کچھ کہنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں مسلم لیگ کی مجلس عاملہ اور کونسل کے مشورہ کے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتا جن کے اجلاس اوائل جون میں طلب کئے گئے ہیں۔ تاہم انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں اور ان کا ردعمل بڑا شدید ہے لہٰذا عجلت سے کام نہ لیا جائے۔ وزارتی مشن سے میری درخواست ہے کہ ذرا تحمل سے کام لے اور مسلم لیگ کو کچھ وقت دے۔ مجھے اتنا وقت دے کہ میں اپنی عوام کو سمجھا سکوں کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔ اگر عجلت دکھائی گئی تو سب کچھ بگڑ جائے گا۔ البتہ وہ کل ہی ایک اخباری بیان جاری کریں گے جس میں مسلمانوں سے درخواست کریں گے کہ وہ مشتعل نہ ہوں' پر سکون رہیں اور مشن کے جاری کردہ بیان کا تفصیلی اور احساس ذمہ داری سے جائزہ لیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر مسلمانوں کو وقت دیا گیا تو امکان موجود ہے کہ کوئی سود مند نتیجہ برآمد ہو جائے۔

قائداعظم کی وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری سے ٹیلی فون پر گفتگو سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گو انہوں نے اپنی طرف سے کوئی واضح یقین دہانی نہیں کروائی اور مسلم لیگ کی کونسل اور عاملہ کے اجلاس کے بعد ہی واضح موقف اختیار کرنے اور کسی نتیجہ پر پہنچنے کا کہا ہے لیکن مشن منصوبہ کی طرف ان کا رجحان بادل نخواستہ ہی سہی مثبت اور آمادگی کا ہے۔ لیکن وہ اس سلسلہ میں وقت حاصل کرنا چاہتے تھے تاکہ وقت گزرنے کے ساتھ مسلمانوں کے جذبات ٹھنڈے ہو جائیں اور انہیں کوئی معقول بات سمجھائی جا سکے۔ قائداعظم' جو شملہ مذاکرات کے دوران بھی لچکدار رویہ اختیار کئے ہوئے تھے' سمجھتے تھے کہ غیر لچکدار اور سخت موقف اختیار کرنے سے دو عظیم نقصان ہو سکتے ہیں۔

۱۔ فرقہ وارانہ فسادات جس سے بے تحاشا خونریزی ہو گی۔

۲۔ انگریز کی طرف سے یک طرفہ اعلان کہ وہ ہند چھوڑ کر جا رہا ہے' جس سے لامحالہ اکثریتی فرقہ کا غلبہ ہو گا جو تعداد میں بھی مسلمانوں سے بڑھ کر ہے اور اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے پاس وسائل بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔

ہندو پریس کا رویہ بڑا عجیب و غریب تھا۔ ایک طرف وہ پاکستان کا مطالبہ منظور نہ ہونے پر خوشی کے شادیانے بجا رہا تھا تو دوسری طرف اسے یہ اعتراض تھا کہ متحدہ ہند کے دائرے میں رہتے ہوئے مسلم صوبوں کو اپنے علیحدہ گروپ بنانے کے حق کی سفارش کیوں کی گئی۔ وہ آئین ساز اسمبلی کو تو قبول کرتا تھا کہ اس میں ہندوؤں کی اکثریت ہو گی لیکن اسے تین گروپوں میں تقسیم کرنے کے خلاف تھا اور اس اسمبلی میں انہیں اکثریت سے فائدہ اٹھا کر اپنی مرضی کا آئین وضع کرنا چاہئے تھا۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

عیسائیوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ بائبل کے الفاظ کے مطابق حضرت مسیح چونکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں آئے تھے لہٰذا عیسائیوں کا مذہبی فرض بنتا ہے کہ دنیا بھر کے یہود کی اسرائیل میں آبادکاری کی "ذمہ داری" قبول کریں اور یوں "کھوئی ہوئی بھیڑوں" کو منزلِ مقصود تک پہنچائیں۔

عظیم تر اسرائیل جو فتنہ دجالیت کا ڈراپ سین ہو گا

یہود قارون کا روپ دھار چکے ہیں

محمد راشد حفیظ

کیا آخری مراحل میں اب کچھ بہت زیادہ دیر ہے۔؟

گذشتہ شمارے میں ندائے خلافت کے قارئین کاغذی کرنسی کے حوالے سے غلبہ یہود کا تفصیلی مشاہدہ کر چکے ہیں۔ اب ہمیں گریٹر اسرائیل کے قیام کے لئے ترتیب دی گئی بنیادوں پر ایک نظر ڈالنی ہے اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ یہ موضوع تحریک خلافت کی بسم اللہ کرنے والوں کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ فتنہ دجالیت کے ان مظاہر سے نمٹے بغیر قائم نہ ہو گی۔

عظیم تر اسرائیل محض اقتصادی غلبے کو مرکزیت دینے کا ہی نام نہیں ہے بلکہ دنیا کی معیشت کے ماخذات پر تسلط بھی اس کا بنیادی مقصد ہے اور اس وقت وسائل کا صرف ایک ہی بڑا ماخذ ایسا ہے جو یہود کے تسلط سے باہر ہے یعنی مشرق وسطیٰ کے تیل کے ذخائر ___ یہی وہ علاقہ ہے جہاں عظیم تر اسرائیل کے نام سے مملکت یہود کو تشکیل دینے کا منصوبہ ہے' اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اب وہ وقت زیادہ دور نہیں کیونکہ آج سے پچاس برس بعد جب یہاں تیل کے ذخائر قریب الختم ہوں گے' عظیم تر اسرائیل کو وجود میں لانا یہود کے لئے گھاٹے کا سودا ہو گا اور گھاٹے کا سودا یہود کی فطرت میں نہیں ہے ___ (ادارہ)

کسی بھی حکومت کی اساس "قانون بنانے پر اختیار" ہوتی ہے۔ عالمی سپر گورنمنٹ یا "عظیم تر اسرائیل" بھی دراصل انسانیت پر اپنی مرضی کے قوانین نافذ کرنے کے منصوبے کا نام ہے تاکہ ان قوانین کے نفاذ کی صورت میں محکوم افراد' حکام یعنی یہود کی بالواسطہ غلامی میں اپنا خون پسینہ ایک کرتے رہیں اور سودی کرنسی' سودی نظام بینکاری اور نت نئے ٹیکسوں کی شکل میں اپنی تمام تر جان توڑ محنت کا ثمر صیہونی مالیاتی نظام کی جھولی میں ڈالتے رہیں۔ (اس کا تفصیلی جائزہ گزشتہ شمارے میں لیا جا چکا ہے۔) اس ہدف کی راہ میں یہود کے لئے واحد رکاوٹ آسمانی مذاہب رہے ہیں۔ اسلام میں اسی استحصالی تصور حاکمیت و مختاری کی واضح اور حتمی نفی ہے اور اسی لئے دین کے نظام اجتماعی کو حکومت کہا ہی نہیں گیا' خلافت کا نام دیا گیا ہے۔ خلیفہ وقت حاکم نہیں ہوتا' محض امیرالمومنین ہوتا ہے جو قرآن و سنت کے متعینہ و مقررہ قواعد و ضوابط کے معاشرتی نفاذ کا ذمہ دار تو ہوتا ہے مگر کسی بھی صورت میں اس میں تحریف یا انحراف کا قطعاً مجاز نہیں ہوتا۔ اس "حرکت" کے ارتکاب پر نہ صرف یہ کہ اہلیت امارت کھو بیٹھتا ہے بلکہ مجرم بھی قرار پاتا ہے۔

ماضی میں مذہب کے حوالے سے یہود کے لئے دو ہی طبقات قابل توجہ رہے ہیں' عیسائی اور مسلمان -- ان کے علاوہ دنیا کے دیگر مذہبی یا لامذہب طبقات کی تسخیر کے لئے ان پر اقتصادی غلبے کا دباؤ ہی کافی ہے کہ یہ مذاہب خود ساختہ اور قابل ترمیم و تنسیخ قوانین پر مبنی ہیں لہٰذا ہوا کے رخ کے مطابق ڈھلنے کی لچک رکھتے ہیں۔ البتہ اسلام اور عیسائیت کا معاملہ مختلف رہا ہے۔ عیسائیت یعنی سینٹ پال کا ترتیب دیا

ہوا "پال ازم" کلیسا کے تابع رہا ہے جبکہ اسلام محفوظ ترین نسخہ کیمیا یعنی قرآن کی اساس پر ہے۔ آج کی عیسائیت یا کلیسائیت درحقیقت خود یہود کی ہی اختراع تھی اور اس کا محرک بھی قانون بنانے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لینا تھا تاکہ محکومین پر اپنی مرضی کے قوانین نافذ کر کے انہیں بالواسطہ غلام بنا کر رکھا جا سکے۔ اصل عیسائیت کا بنیادی فلسفہ' یعنی اس کا بنی اسرائیل تک محدود ہونے کا تصور مٹا دینے کا مقصد بھی درحقیقت یہی تھا۔

پال ازم کے دنیا میں پھیل جانے کے بعد اس کو تحفظ دینے کے لئے انسانی شعور کے ارتقاء کا راستہ مسدود کیا گیا۔ چونکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے لہٰذا اس مذہب کے جھوٹے اور غیر منطقی فلسفے کی راہ میں مزاحمت کا امکان ختم کرنے کے لئے ۵۲۹ء میں فلسفہ' منطق جیسے علوم کی تحصیل و ترویج پر پابندی لگائی گئی۔ یہ پابندی صدیوں تک برقرار رہی اور یوں حلال و حرام یعنی قوانین ترتیب دینے کا مکمل اختیار کلیسا کو حاصل رہا۔ یورپ کی تاریخ میں تھیوکریسی کا یہ زمانہ تاریک دور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس دوران کلیسا کا یہ اختیار یہود کی راہ میں بھی مزاحم رہا اور کلیسا کا اختیار ختم کرنے کا یہود کا خواب شرمندہ تکمیل نہ ہو سکا۔ دوسری طرف مسلمانوں کے عہد حکومت میں' بالخصوص عباسی خلفاء کے دور میں علوم و فنون کو خوب پذیرائی ملی۔ تب یہود نے اندلس اور ہسپانیہ کی طرف سے رومن ایمپائر یعنی یورپ میں ان علوم کی رسائی کی راہ ہموار کی اور یوں انسانی شعوری ارتقاء کو فروغ ملا اور اس کے ردعمل میں پروٹسٹنٹ تحریک ابھری۔ ماہرین کے تجزیے کے مطابق اس تحریک کو یہودیوں کی آشیر واد حاصل تھی۔ یہ تحریک کلیسا کی حکمرانی کے خلاف براہ راست اقدام تھا چنانچہ طاقتور کلیسا نے بزور قوت اس کا مقابلہ کیا جس پر لوہے کو کاٹنے کی بجائے پگھلانے کا گر آزمایا گیا۔ اس مرحلے میں ایک طرف تو لادین طبقہ یعنی کیمونسٹوں کو کھڑا کیا گیا اور دوسری طرف کلیسا کو یہودیوں کے بنائے ہوئے معاشی' معاشرتی قوانین (مثلاً سود وغیرہ) کی قبولیت پر مجبور کرنے کا لائحہ عمل ترتیب دیا گیا جس کے لئے میڈیا کا ہتھیار استعمال ہوا اور پراپیگنڈا کے زور پر مقصد براری کی گئی۔

پھر عیسائیوں کو فکری لحاظ سے دو طبقات میں تقسیم کر دیا گیا۔ کلیسا پرست عیسائیوں کے لئے "فنڈا میٹلسٹ" کا نفرت انگیز لفظ ایجاد کیا گیا جبکہ معتدل طبقہ کو جو کلیسا کی اندھی تقلید کو لازم نہیں سمجھتا تھا اور یوں گویا اس منصوبے کا نادانستہ مہرہ بن رہا تھا' "آرتھوڈوکس" کے عنوان سے تھپکی دی گئی اور عالمی میڈیا نے مدح سرائیاں کر کے اس کو معاشرتی عظمت اور فضیلت کی علامت بنانے کی بھرپور کوشش کی۔ اس کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ عوام کی طرف سے فطری جذبہ فوقیت (URGE TO DOMINATE) نے اس کو پذیرائی دی اور ردعمل میں کلیسا نے گھٹنے ٹیک دیئے' آرتھوڈوکس فلسفہ کو برداشت کرنا گوارا کر لیا اور یہود کے بنوائے ہوئے تصورات قانون کو جنہیں شخصی آزادی اور بنیادی حقوق کے خوبصورت عنوانات دیے گئے تھے' قبول کرنے کے لئے آغوش کشادہ کر دی۔ اب یہ مرحلہ طے ہو چکا تھا لہٰذا فنڈا میٹلزم کی اصطلاح کی مزید کوئی ضرورت نہ تھی چنانچہ اس کا استعمال بدل دیا گیا اور اب اس "گائڈڈ میزائل" کا رخ مسلمانوں کی طرف کر دیا گیا ہے۔

ازاں بعد عیسائیوں کی ذہنی تسخیر کا اگلا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ پچھلے مرحلے کی کامیابی سے یہود کے اقتصادی غلبے کو متشکل ہونے میں مدد ملی تھی۔ اب اس غلبے کو مرکزیت دینے یعنی گریٹر اسرائیل کے قیام کا مرحلہ شروع ہو گیا ہے اور عیسائیوں کی ہمدردیاں یہود کے ساتھ منسلک کرنے کے لئے "صیہونی مسیحیت" کا مکتب فکر وجود میں لایا گیا ہے۔ عیسائیوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ بائبل کے الفاظ کے مطابق حضرت مسیحؑ چونکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں آئے تھے لہٰذا عیسائیوں کا مذہبی فرض بنتا ہے کہ دنیا بھر کے یہود کی اسرائیل میں آبادکاری کی "ذمہ داری" اٹھائیں اور یوں "کھوئی ہوئی بھیڑوں" کو منزل مقصود تک پہنچائیں۔ یورپ اور امریکہ میں کئی بار یہ چرچے ہوئے کہ "ان دنوں کے دنیا کے حالات کی پیشین گوئی بائبل میں مذکور ہے اور اس کے مطابق مسیح کی آمد ثانی کا وقت قریب ہے۔" چنانچہ مغربی دنیا میں اکثر مسیحی گروہ یہود کے قومی وطن کے لئے ان کی جدوجہد' حصول اور فلسطین میں ان کی یکجائی کو بائبل کی پیشین گوئی کی تکمیل خیال کر رہے ہیں۔ ان کی دانست میں یہود کے ارض فلسطین میں آ جانے کے بعد یسوعؑ کا نزول اجلال ہو گا۔ (بحوالہ ماہنامہ اسلام اور عیسائیت اپریل ۹۳ء) -- اسی طرح یہ سبز باغ بھی دکھایا گیا کہ "اسرائیل کے لئے خداوند کا منشاء پورا ہوتا ہے اور یہودی یسوع مسیح کی طرف آ رہے ہیں۔" اور "خداوند سے صحیح معاملہ کرنا زیادہ اہم ہے۔ اس نے ان لوگوں کو نوازنے کا وعدہ کیا ہے جو اسرائیل کو نوازتے ہیں۔" (بحوالہ جریدہ چیلنج۔ ماہنامہ فوکس' لیسٹر اکتوبر ۱۹۹۲ء)

یہ اور اس نوع کی بیسیوں مثالیں ہماری نگاہوں سے روزانہ گزرتی ہیں۔ اور اس تمام تر پراپیگنڈے کا مقصد دراصل یہی ہے کہ عیسائیوں کے ذریعے اسرائیل کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یعنی حقیقی دین اسلام کا پتا کاٹا جائے۔ منصوبے کا آخری ہدف یہی ہے کہ ان ترقی یافتہ اور عسکری برتری کے حامل عیسائیوں کے خلاف مسلمانوں کو جوش دلا کر جنگ پر اکسایا جائے اور پھر اس کے نتیجے میں یا تو ان کا وجود ہی ختم ہو جائے یا یہ حقیقی ایمان یعنی اللہ کی حاکمیت سے منحرف ہو جائیں۔ یہود کا قانونی نظام پر اختیار تسلیم کر لیں اور عظیم تر اسرائیل کی راہ میں اس آخری رکاوٹ کے دور ہو جانے کے بعد دنیا کی معیشت کا بہت بڑا ماخذ یعنی مشرق وسطیٰ کا تیل بھی عالمی سپر گورنمنٹ کے ساتھ ساتھ ان کی جھولی آ گرے۔ عیسائیوں کی حد تک وہ اپنے منصوبے کی تکمیل میں آگے بڑھ چکے ہیں اور حالات بتلا رہے ہیں کہ کلیسا اسرائیل کے قیام کا مخالف نہیں رہا۔ پراپیگنڈے سے پوری طرح اور بری طرح متاثر ہو چکا ہے۔

عالم اسلام کو گریٹر اسرائیل کے قیام کے خلاف اکسانا ان کے منصوبے کا دوسرا حصہ ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ قرآن میں تبدیلی ممکن نہیں ہے لہٰذا احکام قرآنی کو ماننے والے کبھی ان کے مطیع نہیں ہو سکتے۔ اس کا حل ان کے پاس یہی ہے کہ سیدھے سبھاؤ مسلمانوں کو ختم کرنے کی سبیل سوچی جائے اور یہ سبیل صرف عیسائیوں کے ذریعے ہی انہیں ممکن العمل نظر آتی ہے۔ اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو اشتعال دلا کر باہم بھڑا دیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عالمی میڈیا پر جہاد بالسیف کے تصور کو ہٹ دھرمی اور تشدد پسندی کا منفی رنگ دے کر فنڈا میٹلسٹ کے عنوان سے خوب اچھالا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس پر گرہ لگانے کے لئے خود ہی تخریب کاری کر کے الزام مسلمانوں پر لگائے جا رہے ہیں۔ نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں ہونے والا دھماکہ اس کی ایک عمدہ مثال ہے۔ اس سب پراپیگنڈے کا مقصود یہی ہے کہ مسلمان جھلاہٹ کا شکار ہو کر عظیم تر اسرائیل پر چڑھ دوڑیں اور تب عیسائیوں کو ان پر جھپٹنے کے لئے شِشکارا جائے اور مسلمان عیسائیوں کی بے پناہ

عسکری قوت کی تاب نہ لاتے ہوئے معدوم ہو کر رہ جائیں۔ احادیث مبارکہ میں بھی اسی فضا کا اثبات ملتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ مسلمان جھلاہٹ کا شکار ہو کر نہیں بلکہ اپنے ایمان کا تقاضا سمجھ کر اس کارِ منصبی کو ادا کریں گے۔ اور پھر انجام کار وہ دن آئے گا جب حضرت عیسیٰؑ بذات خود آسمان سے تشریف لائیں گے۔ ہمارے جو مفکرین یہ سمجھتے ہیں کہ "اسلام کی نشاۃ ثانیہ" کا وقت قریب ہونے کی تاویل ہمارے اہل دین و دانش کے محض یہودی پراپیگنڈے سے اثر لینے کا نتیجہ ہے اور درحقیقت اس اسلام کا کوئی امکان بھی نہیں ہے جس کا ہوّا مغرب نے کھڑا کیا ہوا ہے' دراصل غلطی پر ہیں کیونکہ وہ اس پراپیگنڈے کا بین السطور ہی نہیں سمجھ پائے جس کا مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس میدان جنگ میں آنے پر مجبور کر دیا جائے جس کو آخر کار عیسائیوں اور مسلمانوں (عربوں) کے درمیان شدید اور لگاتار لڑائیوں کی شکل میں وقوع پذیر ہونا ہے۔ وہ سلسلہ جنگ' جس کے اختتام پر یہود عظیم تر اسرائیل کے خود بخود متشکل ہو جانے کا پلان بنائے بیٹھے ہیں اور احادیث کے مطابق جو درحقیقت عالمی غلبہ اسلام پر منتج ہونے والا ہے۔

عالمی میڈیا پر مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے جھلاہٹ انگیز مواد نشر کرنے کے ساتھ ساتھ سابقہ پالیسی بھی جاری رکھی گئی ہے۔ اس پالیسی کا محور اسلام سے بیزاری پیدا کرنے والے یا باہمی منافرت کو ہوا دینے والے الزامات پر ہے تاکہ متوقع جنگ کے "انعقاد" پر مسلمانوں کی قوت کو حتی المقدور کم سے کم کیا جا سکے۔

اس پالیسی کے تحت ایک طرف جہاں بنیاد پرستی اور تشدد پسندی کے الزامات عائد کئے جاتے رہے ہیں وہاں دوسری طرف فرقہ واریت اور مذہبی شخصیات پرستی کو بھی فروغ دیا جاتا رہا ہے۔ تاہم اس کا نتیجہ اتنا بھرپور نہ نکل سکا جتنی انہیں توقع تھی۔ مسلمان دین سے تو متنفر نہ ہوئے البتہ اتنا ضرور ہوا کہ علماء اور عوام الناس کے درمیان ایک خلیج سی واقع ہو گئی۔ ایک طرف تعلیم یافتہ نوجوان نسل فرقہ پرست مذہبی راہنماؤں سے بیزار ہو گئی تو دوسری طرف مخلص مذہبی راہنما تحفظ ایمان کی مدافعت میں خانقاہی رنگ کو اختیار کرتے چلے گئے۔ اب یہود کے لئے موقع غنیمت تھا۔ انہوں نے نوجوان تعلیم یافتہ مسلمان طبقہ کو بہکانے کے لئے سلمان رشدی اور دیگر اسی نوع کے بدقماشوں سے اسلام کی روایات پر جدید علوم اور سائنس وغیرہ کے حوالے سے ایسے اعتراضات کروائے جن کا منہ توڑ جواب دینا محض مدافعتی تعلیم کے فارغ التحصیل علماء کے بس کی بات نہ تھی۔ اس صورت حال کا حل بہت سے اسلامی ممالک میں یہی سوچا گیا کہ ایسے مواد کے' ملک میں داخلے پر ہی پابندی لگا دی جائے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ حالانکہ یہ نہیں سوچا گیا کہ جب غیر ملکی نشریات یعنی ریڈیو اور ڈش انٹینا کے ذریعے یہ تابڑتوڑ اعتراضات نشر ہوں گے تو بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لینے کی یہ پالیسی کیا فائدہ دے گی!۔ بہرحال یہ یہود کا ترپ کا پتہ ہے۔ جونہی عظیم تر اسرائیل کے خلاف حقیقی اور عملی مزاحمت کا آغاز ہو گا' اسلامی قوت کی کمر توڑنے کے لئے یعنی نوجوان باشعور مسلمانوں کو جو درحقیقت اس عسکری قوت کا سرچشمہ اور ریڑھ کی ہڈی ہوں گے' دین اور دین کے پیش کاروں یعنی مذہبی راہنماؤں سے متنفر کرنے کے لئے یک لخت اعتراضات کے اس بم کا میڈیا میں دھماکہ کر دیا جائے گا۔

آیئے اس تجزیے کو ایک دوسرے زاویے سے دیکھیں۔۔ کہا جاتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے۔ درحقیقت یہ بات غلط ہے۔ تاریخ خود کو نہیں دوہراتی' اسے دوہرایا جاتا ہے۔ اگر کسی خاص "داؤ" کے ذریعے ماضی میں کسی نے کوئی کامیابی حاصل کی ہو تو اگلی دفعہ اسی کو استعمال کرنا زیادہ محفوظ اور معتبر سمجھا جاتا ہے۔ یہود نے عیسائیت کو کلیسائیت میں تبدیل کرنے' توراۃ کے قوانین یعنی شریعت موسوی کو منسوخ کرنے اور قانون بنانے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے "سینٹ پال" نامی یہودی کو حضرت عیسیٰؑ اور ان کی امت کے درمیان حائل کیا جس نے اس مقصد کے لئے عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنانے کا عقیدہ گھڑ لیا۔ اس نئے جھوٹ کے پاؤں تخلیق کرنے کے لئے تثلیث اور DOGMA کے گورکھ دھندے پر "کفارہ بذریعہ پادری" کی صورت میں قانونی اختیار وضع کیا گیا اور یورپ کے تاریک دور کی تاریخ شاہد ہے کہ اس دوران ہر حرام اور ہر حلال کا تعین کلیسا کی صوابدید یا بالفاظ دیگر کلیسا کے فائدے کے مطابق قرار پاتا رہا۔

امت محمدیؐ کے ایمان میں نقب لگانے کے لئے یہی تاریخ دوہرائی گئی اور سینٹ پال والا یہی داؤ عبداللہ بن سبا یہودی نے کھیلا۔ نبی کریمؐ اور امت کے درمیان "اہل بیت کی نسلی امامت" کی صورت میں حرام و حلال ترتیب دینے کے اختیار پر غیراللہ یعنی امام کے حق کا' مسلمانوں کو خوگر کرنا چاہا۔ مقصد یہی تھا کہ کسی طرح قرآنی قوانین یعنی شریعت محمدیؐ میں ترمیم و تنسیخ کی علت ہاتھ آ سکے اور پھر ایک آدھ نسل کے گزرنے کے بعد غلبہ یہود کے ہدف کو حاصل کرنے کے لئے ان کی مرضی کے قوانین کا' ان اماموں کی "اجازت" کے ساتھ معاشرے میں نفاذ کرایا جا سکے۔ قرآن کے اللہ کی حفاظت میں ہونے کی وجہ سے قرآن کو سمجھنے والوں کی اکثریت کئی صدیوں تک اس قعرِ مذلت میں گرنے سے محفوظ رہی مگر پھر ایک معتدبہ تعداد پھسل پڑی چنانچہ آج دو یا تین ایسے بڑے بڑے فرقے موجود ہیں جو اپنے اماموں کو قوانین اور حلال و حرام کے ضمن میں "مختار کل" مانتے ہیں۔

بایں ہمہ ابھی بہت بڑا طبقہ باقی تھا جو عبداللہ بن سبا کے اس داؤ کا شکار ہونے سے بچ گیا تھا۔ اس طبقہ کو زد میں لانے کے لئے اسی فارمولے کو ایک نئی شکل دی گئی اور ایک خاص شخص' مرزا غلام احمد قادیانی کو اسی طرح نبی کریمؐ اور امت کے درمیان حائل کرنے کی کوشش کی گئی جیسے سینٹ پال کو عیسیٰؑ اور انسانیت کے درمیان لایا گیا تھا۔ مرزا قادیانی کے لئے اختیارات نبویؐ کا حامل اور مہدی موعود وغیرہ' بہت سے لیبل تیار کئے گئے تاکہ کسی طرح شریعت محمدیؐ کے ساقط ہونے کی صورت پیدا ہو سکے لیکن امت اس داؤ میں نہ آئی اور معدودے چند غیر مسلم یا لالچی لوگوں کے سوا اس طرز فکر کو قبول کرنے پر مسلمان تیار نہ ہوئے۔ اب ایک نیا پینترہ بدلا گیا اور فرقہ واریت کی صورت میں بت تراشے گئے۔ یہ شخصیات پرستی کے بت تھے۔ مختلف طبقہ ہائے فکر کی اعلیٰ ہستیوں کی شان میں غلو برتتے ہوئے انہیں بالواسطہ طور پر حلال و حرام پر کسی قدر اختیار کا حامل قرار دلوایا گیا تاکہ دینی راہنماؤں کی توجہ قرآن سے ہٹ کر فقہ پر مرتکز ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے ایسے جعلی مذہبی راہنماؤں کو خوب شہرت دی گئی جو مسلمانوں کے درمیان فقہی اختلاف کو نظریات کا مسئلہ بنا دیں۔ یہاں بھی امت کی کچھ تعداد متاثر ہوئی مگر بہت سے اہل ایمان کو پھر بھی اللہ کی پناہ میسر رہی۔

اب یہود کو عقل آ گئی ہے اور وہ سمجھ چکے ہیں کہ قرآن کی موجودگی میں وہ تمام امت مسلمہ کو کبھی بھی گمراہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا آخری حملے کے طور پر ان کے پاس اب اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں بچا کہ ان حقیقی خدا پرستوں کا

سرے سے وجود ہی مٹا دیا جائے تاکہ بعد میں صرف وہی مسلمان باقی رہ جائیں جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی حاکمیت مثلاً جمہوریت اور سیکولرازم کی شکل میں عوام کی حاکمیت یا دین کے نام پر "احبار و رھبان" کی حاکمیت یعنی تھیوکریسی وغیرہ پر رضامند ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان عنوانات کی آڑ میں وہ اپنی مرضی کے قوانین نافذ کروا سکتے ہیں جبکہ قرآن ان کی ایک نہیں چلنے دیتا اور سود' طبقاتی امتیاز' زرپرستی' علاقائی یا نسلی اجتماعی تشخص وغیرہ کو فروغ دینے والے مہلک قوانین کی کوئی ممکنات نہیں رہنے دیتا۔ بالفاظ دیگر قرآن ہی بنی نوع انسان کے یہود کی غلامی کرنے میں اکلوتی اور ناقابل عبور رکاوٹ ہے اور اس رکاوٹ سے بچنے کے لئے انہوں نے ایسے اعتراضات کا ایک بم تیار کیا ہے جو دین کے قانونی نظام اور تعزیرات (حدود) سے متعلق ہیں اور بنیادی حقوق شخصی آزادی وغیرہ یعنی جدید سائنسی' عمرانی' طبی' اقتصادی اور نفسیاتی علوم کے حوالے سے شدید گمراہ کن تاثر چھوڑتے ہیں۔ ملعون سلمان رشدی نے کیلیفورنیا یونیورسٹی میں اپنے لیکچر کے دوران ان میں سے کچھ اعتراصات پیش کئے تھے۔ مگر ان کو ابھی تک میڈیا پر پزیرائی نہیں دی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو "ریزرو" میں رکھا گیا ہے اور یہ اس وقت استعمال کئے جائیں گے جب مسلمان جوش جہاد سے سرشار ہو کر ان کے خلاف صف آرا ہو رہے ہوں گے۔ تب ان اعتراضات کو بلاسٹ کرتے ہوئے نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ تم جس دین کے لئے لڑ رہے ہو وہ تو اصل دین ہے ہی نہیں ------- اس کے ردعمل میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہو گی۔ اور تب مسلمانوں کی قوت کو منتشر کرنے کے لئے "یسوع مسیح" تخلیق کیا جائے گا تاکہ یہ لڑکھڑاتا ہوا طبقہ علمائے کرام کو جھوٹا اور مسیح الدجال کو سچا سمجھتے ہوئے اس کی اطاعت اختیار کرے۔ یوں مسلمان افواج کا مورال گرایا جائے گا اور پسپائی پر مجبور کیا جائے گا۔ اس فضا کی تائید ابوداؤد کی ایک روایت سے ہوتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص دجال کے پاس حاضر ہو گا اور وہ اپنے آپ کو مومن سمجھ رہا ہو گا مگر جو شبہات اس کے اندر اس نقشے کی وجہ سے پیدا کر دیے جائیں گے ان کی وجہ سے وہ اس (دجال) کی پیروی کرے گا۔

اس جھوٹے یسوع مسیح یعنی مسیح الدجال کی تخلیق یہود کے اس منصوبے کے آئندہ مدارج کا حصہ ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ آخری پانسہ پلٹنے کے لئے یہود کا یہ ٹرمپ کارڈ ہے یعنی اسرائیل کے قیام کی راہ میں اگر غیر متوقع مشکلات رونما ہو گئیں تو آرتھوڈوکس عیسائیوں اور اسلام پر اعتراضات سے متاثرہ مسلمانوں کو بیک وقت اس کے حق میں ہموار کرنے کے لئے اس یسوع مسیح کا ڈرامہ کھیلا جائے گا۔ اس مصنوعی مسیح کو سائنسی کمالات کے ذریعے ویسے ہی "معجزے" دستیاب کئے جائیں گے جیسے عیسیٰؑ کو عطا ہوئے تھے اور یوں وہ شخص یسوع مسیح ہونے کا دعویٰ کرے گا۔

> پندرہ روزہ بھارتی جریدہ "انڈیا ٹوڈے" (۲۸ر فروری ۱۹۹۳ء) میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق احمد آباد میں "آریہ سماج" کے زیر اہتمام ایک میر خاندان کے دو سو مسلمانوں نے درپردہ ہندو مذہب اختیار کر لیا ہے۔ آریہ سماج' زیرزمین عالمی ہندو تحریک "وشوا ہندو پرلشد" کی شاخ ہے۔ ہندو مذہب کے علمبرداروں کا کہنا ہے کہ وہ محض ان لوگوں کو' جنہیں صدیوں پہلے زبردستی مسلمان بنا لیا گیا تھا' واپس اپنے اصلی مذہب میں لا رہے ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں بھی کچھ لوگوں نے ہندو مذہب اختیار کر لیا تھا مگر فرقہ وارانہ کشیدگی کے پیش نظر یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ مذکورہ جریدے کے نامہ نگار "اودے مہورکر" کے مطابق ۶ر دسمبر کے بعد حالات یکسر تبدیل ہو چکے ہیں' اس لئے توقع ہے کہ اب زیادہ تعداد میں مسلمان ہندو مذہب کی طرف آئیں گے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ لوگ ہندو مذہب کو سچا سمجھ کر اختیار کر رہے ہیں ؟... عبدالرشید میر (اب "پرکاش بھائی"۔) کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر مذہب بدلا ہے۔ وشوا ہندو پرلشد کے "ہنس مکھ پٹیل" کا کہنا ہے کہ اس طرح اپنی عزت اور حفاظت کے ساتھ رہنے کی ضمانت فراہم ہو جائے گی... اناللہ وانا الیہ راجعون

امریکہ میں پچھلے دنوں "ڈیوڈ کوریش" نامی ایک شخص کا بہت چرچا رہا۔ پہلے یہ کہا گیا کہ اس نے یسوع مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ پھر صحافیوں کو اس سے بات کرنے کا موقع ملا اور اس دعوے کی اس طرح تردید بھی شائع ہوئی کہ وہ تو یسوع مسیح کے آنے کی شہادت دے رہا ہے۔ تب اس بات کو کچھ عرصہ کے لئے ذہنوں سے فراموش کرنے کے لئے اس موضوع کو کوریج دینا بند کر دیا گیا۔ ایک وقفے کے بعد' جب اس کا بیان ذہنوں سے تقریبا محو ہو چکا تھا' اس پر لگائے گئے اسی سابقہ الزام' یعنی یسوع مسیح کا دعویٰ کو بنیاد بنا کر یکایک اس پر یلغار کر دی گئی اور اس کو صفائی کا موقع دیے بغیر اندھادھند گولہ باری کر کے اس کا اس طرح نام و نشان مٹایا گیا کہ اس کے پاس موجود تمام ریکارڈ بھی مکمل طور پر نذر آتش ہو کر ضائع ہو جائے۔ اس عمل پر پردہ ڈالنے کے لئے پہلے تو اسے اپنے پیروکاروں سمیت "اجتماعی خودکشی" کا نام دیا گیا۔ مگر جب دیکھا کہ اس کاروائی کی حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکتا تو کلنٹن نے بات ختم کرنے کے لئے ایف بی آئی کی اس کاروائی کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔

اس ساری واقعاتی ترتیب سے یہ نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے کہ اس شخص کے پاس کوئی ایسے شواہد یا ثبوت موجود تھے جو یہود کے اس منصوبے کی قلعی کھول سکتے تھے اور جن کے سامنے آجانے کے بعد منصوبے کے زمین بوس ہو جانے کا اندیشہ تھا اور انہی کو مٹانے کے لئے اس قدر وحشیانہ انداز استعمال کیا گیا ورنہ امریکہ میں دعویٰ نبوت تو کوئی ایسا جرم نہیں تھا جس کی سزا سرعام ثابت کر کے نہ دی جا سکتی ہو۔ علاوہ ازیں اخلاقی بے راہ روی کا الزام بھی جو اس پر لگایا جاتا ہے' اسی وقت درست تسلیم کیا جا سکتا تھا جب اسے یعنی ڈیوڈ کوریش کو میڈیا پر پیش کر کے صفائی کا موقع دیا گیا ہوتا۔ ڈیوڈ کوریش کا نام بھی قابل غور ہے۔ اسے اگر عربی میں پڑھیں تو "داؤد قریش" بنتا ہے۔ کیا عجب اس میں بھی کوئی راز ہو!۔ بہرحال یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ اصل مقصود یہی ہے کہ "یسوع مسیح کی تخلیق" یہود کی وہ ترپ چال ہے جس کے ذریعے ان کے منصوبے کے مطابق ضرورت پڑنے پر "گریٹر اسرائیل" کے دائمی قیام کے لئے تابوت میں آخری کیل نصب کی جانی ہے۔ یہ وہی مسیح الدجال ہو گا جس کے حقیقی انسداد کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو بنفس نفیس آسمان سے تشریف لانا ہے۔

قرآنی اصطلاحات کے حوالے سے ہم اسی بات کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہود اس وقت قارون کا روپ دھار چکے ہیں۔ اب انہیں فرعون بننے کے لئے ہامان کی ضرورت ہے جو وہ "یسوع مسیح" کی صورت میں تخلیق کریں گے اور اس سے نجات کے لئے ہمیں موسیٰ کا روپ دھارنا ہو گا۔

ناسازگار موسم نے معاونین کا پہلا امتحان وہیں لے لیا

کوشش تو خود ہمیں کرنی ہوگی

اللہ کی نصرت ضرور آئے گی لیکن اپنے وقت پر

خالد محمود عباسی

تحریک خلافت پاکستان کی رجسٹریشن کے بعد اس کے پیغام کو عوام الناس تک پہنچانے کے لئے معاونین تحریک سرگرم ہو گئے ہیں۔ اس مقصد کے لئے رمضان المبارک میں خصوصی پروگرام ترتیب دیئے گئے لیکن رفقاء راولپنڈی اور معاونین کی خواہش تھی کہ تحریک کے پیغام کو راولپنڈی اسلام آباد اور مضافات میں رہنے والوں تک پہنچانے کے لئے ایک عام جلسے کا اہتمام ہونا چاہئے تاکہ لوگ داعی تحریک ہی کی زبان سے اس پیغام کو سنیں اور سمجھیں۔

داعی تحریک خلافت جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنی رضامندی ظاہر فرما دی تو ۱۳ اپریل کی تاریخ جلسہ عام کے لئے طے پا گئی۔ ساتھ ہی جلسے کی تیاری اور انتظامات کے لئے ابتدائی مشاورت میں طے پایا کہ اس پروگرام کی بھرپور پبلسٹی ہونی چاہئے۔ مشورے کے بعد مختلف امور کو نمٹانے کی ذمہ داری باصلاحیت رفقاء و معاونین کے سپرد کر دی گئی۔ باہمی مشورے میں جلسہ گاہ کے لئے لیاقت باغ کا انتخاب ہوا۔ اس کے لئے اجازت لینے کا مرحلہ بآسانی طے ہو جانے کے بعد باقی امور پر خصوصی توجہ دی گئی تاکہ اس جلسہ کی اطلاع زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ہو جائے۔ چنانچہ راولپنڈی اسلام آباد کی تمام اہم جگہوں پر چھوٹے اور بڑے سائز کے بینر آویزاں کئے گئے۔ دونوں شہروں میں دو ہزار پوسٹر چسپاں کئے گئے' بڑی بڑی مساجد میں ہینڈ بل تقسیم ہوئے اور دو گاڑیوں پر لاؤڈ سپیکر لگا کر اعلانات کے ذریعے بھی لوگوں تک اس پروگرام کی اطلاع پہنچائی گئی۔ مزید یہ کہ ایک ہزار دعوتی کارڈ چھپوا کر اہم لوگوں کو پہنچائے گئے اور سب سے بڑھ کر رفقاء و معاونین نے ذاتی رابطے پر خصوصی توجہ دی جسے رنگہ اور مظفر آباد (آزاد کشمیر) اور بیروٹ (مری) تک وسعت دی گئی۔ جلسہ سے تین دن قبل ہی سے مختلف اخبارات میں جلسے کے متعلق خبریں لگوائی گئیں۔ آخری دن بڑے اور چھوٹے اخبارات میں جلسہ کی بابت اشتہارات شائع کرائے گئے۔

کنوینر تحریک خلافت حلقہ شمالی پنجاب شمس الحق اعوان نے داعی تحریک خلافت کی راولپنڈی آمد کو غنیمت جانتے ہوئے اور اس موقع سے بھرپور استفادہ کرنے کے لئے کچھ دوسرے پروگرام بھی ترتیب دے دیئے۔ ۱۲ اپریل کو اخبار "خبریں" کے "لبرٹی فورم" میں محترم داعی تحریک خلافت کو مدعو کیا گیا۔ دوسرے دن صفحہ اول پر چار کالمی سرخی کے ساتھ اس کی بھرپور رپورٹنگ ہوئی۔ اسی طرح بعد دوپہر معززین شہر کے ساتھ چائے پر ملاقات کا پروگرام بھی رکھا گیا۔ پھر شام کو اخبار "پاکستان" کے نامہ نگار کے ساتھ انٹرویو ہوا۔ اس کی رپورٹنگ بھی بھرپور طور پر ہوئی۔ ۱۳ اپریل کے دن بعض انتہائی معتبر اور ذمہ دار حضرات سے داعی تحریک خلافت کی تفصیلی اور انفرادی ملاقاتیں بھی رہیں جن میں خیالات کا تبادلہ تو ہونا ہی تھا' بعض ضروری معلومات بھی حاصل ہوئیں۔

جلسے کی اس بھرپور پبلسٹی اور جلسہ گاہ کے وسیع انتظامات جہاں منتظمین کے حوصلے بڑھانے کے لئے کافی تھے' وہاں جذبات میں بھی ہیجانی کیف و سرور پیدا کرنے کا موجب بن رہے تھے۔ محسوس ہونے لگا کہ قدرت ہمیں ہماری سعی و عمل کا پھل دینے والی ہے' ہماری محنت بار آور ہونے والی ہے' اور ہماری کوششیں رنگ لانے والی ہیں کہ یکایک امیدوں پر اوس پڑتی محسوس ہوئی۔ جب آسمان کالے بادلوں سے ڈھک گیا اور عصر سے قبل ہی رم جھم پھوار شروع ہو گئی۔ کارکنوں کے ٹمٹماتے چہرے بجھنے لگے' جذبات ٹھنڈے ہونے لگے اور بڑھتا ہوا جوش گھٹنے لگا تھا۔ ایسے میں دعاؤں کا سہارا لیا گیا' پروردگار عالم سے مدد مانگی گئی اور استقامت طلب کی گئی۔ فیصلہ کیا گیا کہ حالات کچھ بھی ہوں' جلسہ حسب پروگرام اسی جگہ کیا جائے گا۔ بارش رکتی برستی اور ہمارے ارادے کا امتحان لیتی رہی۔ اسی کیفیت میں مسجدوں کے میناروں سے مغرب کی آذانیں بلند ہونے لگیں۔

نماز مغرب کے فوراً بعد تلاوت کلام مجید سے جلسے کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ ابھی تلاوت جاری تھی کہ داعی تحریک خلافت بھی جلسہ گاہ تشریف لے آئے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ موسلادھار بارش برسنے لگی۔ سٹیج کے اوپر شامیانہ لگا کر بارش کی براہ راست زد سے بچنے کا کچھ بندوبست کیا گیا تھا جو ناکافی ثابت ہو رہا تھا جبکہ سامعین کھلی جگہ بارش میں بھیگ رہے تھے۔ اسی کیفیت میں امیر محترم نے مائیک سنبھالا اور آپ کی پاٹ دار آواز لیاقت باغ میں گونجنے لگی۔ آج آپ کے لہجے میں خاص جوش و جذبہ اور روانی عود کر آئی تھی۔ آپ کی گفتگو کا موضوع تھا "امت مسلمہ پر عذاب الٰہی کے سائے' مسیح الدجال کی آمد آمد اور مسلمانان پاکستان کی ذمہ داریاں"۔ موضوع کی

کشش تھی' آواز کی جاذبیت یا رحمت باراں کے ساتھ ساتھ خصوصی رحمت خداوندی کا ظہور کہ سامعین برستی بارش میں پورے جوش و خروش اور انہماک کے ساتھ ظاہری حالات سے مستغنی داعی تحریک خلافت کی فکر انگیز گفتگو کی تاثیر میں مستغرق رہے۔ آپ فرما رہے تھے کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۶۱ کے حوالے سے جو ذلت و مسکنت یہود پر تھوپ دی گئی تھی بالکل وہی کیفیت آج مسلمانوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود پر یہ ذلت و مسکنت باوجود اس کے مسلط کی تھی کہ وہ اس کی محبوب قوم تھی۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ ایک سے زائد مقامات پر یہود سے فرماتے ہیں کہ "میں نے تمہیں سارے جہان پر فضیلت دی" اللہ تعالیٰ نے انہیں باقی جہان پر فضیلت اس لئے دی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام جو انسانوں کے نام تھا اس کے پیغامبر تھے۔ جب تک وہ انسانوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے اور اس کے مطابق عمل بھی کرتے رہے ان کی فضیلت برقرار رہی لیکن جب انہوں نے یہ کام چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل و رسوا کیا اور خالی ہونے والی جگہ ہمیں عنایت فرمائی۔ گویا پورے جہاں پر ہمیں فضیلت دے دی۔ داعی تحریک فرما رہے تھے کہ جب تک ہم قول و عمل سے اس کا پیغام انسانوں تک پہنچاتے رہے ہماری فضیلت بھی برقرار رہی لیکن ابتدا میں جب عربوں نے اصل کام چھوڑ دیا اور دنیوی عیاشیوں اور خرمستیوں میں غلطاں و پیچاں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی اسی سنت کا ظہور ہوا جو اس سے قبل یہود کے ضمن میں ظاہر ہو چکی تھیں۔ چنانچہ وہی ذلت و مسکنت جو یہود کا مقدر بنی تھی' عربوں کے حصے میں آئی اور امت مسلمہ کی قیادت عربوں سے چھن کر ترکوں کے پاس چلی گئی لیکن رفتہ رفتہ جب ترک بھی اصل مقصد کو بھول گئے اور کوئی نئی مسلمان قوم بھی تیار نہ ہو سکی جو نوع انسانی کو اللہ کی طرف بلاتی تو اللہ تعالیٰ نے وہی مسکنت و ذلت تمام مسلمانوں پر تھوپ دی۔ چنانچہ آج مسلمان ہر جگہ رسوا ہیں۔ خون مسلم انتہائی ارزاں ہے اور اقوام عالم میں مسلمانوں کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں ہے۔ انہوں نے سامعین کو جھنجھوڑا کہ ایسی قوم کہ جس پر ذلت و مسکنت مسلط کر دی گئی تھی اس کے ہاتھوں مسلمانوں کو پٹوایا جا رہا ہے تو گویا چمار کے ہاتھوں سر بازار چودھری کو جوتے لگوائے جا رہے ہیں اور یہ دراصل ہماری بداعمالیوں کی وہ سزا ہے جو نقد ہے اور اسی دنیا میں مل رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مستقبل قریب میں یہ سزا مزید گاڑھی شکل میں ظاہر ہوگی۔ امریکہ کے سپریم پاور بننے اور ان کی رگ جاں کے پنجہ یہود میں ہونے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اصل طاقت یہود بننے والے ہیں جبکہ صریح احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آخری دور میں جو ہولناک جنگیں مشرق وسطیٰ میں لڑی جانی ہیں ان میں مسلمانوں کے مدمقابل یہود ہوں گے۔ یہود یہ جنگیں مسیح الدجال کی قیادت میں گریٹر اسرائیل بنانے کے لئے لڑیں گے جس کے نقشے میں مدینہ بھی شامل ہے۔

انہوں نے بتایا کہ عالمی سطح پر مسلمان جس عذاب الٰہی کی گرفت میں ہیں جو مستقبل قریب میں مزید سخت ہونے والی ہے' اس میں مسلمانان پاکستان کی ذمہ داریاں کئی گنا بڑھ جاتی ہیں اور صاف نظر آتا ہے کہ ہم مسلمانان پاکستان بھی اسی عذاب کی گرفت میں جکڑے جانے والے ہیں۔ اگر ہم نے اللہ کی جناب میں توبہ نہ کی تو ہمارا حشر بھی مسلم اسپین جیسا ہو گا اور ہمیں اس حال کو یہود نہیں بلکہ ہنود پہنچائیں گے۔ اس لئے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے باقاعدہ عہدوپیمان کیا تھا کہ اے اللہ تو ہمیں ایک خطہ ارضی عطا فرما جس میں ہم اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو قائم کر کے دنیا کے سامنے تیرے دین کی حقیقی جھلک پیش کر سکیں اور یہاں تیرے نمائندے کا کردار ادا کر سکیں۔ لیکن ۴۵ سال تک ہم نے اللہ تعالیٰ سے بدعہدی کی ہے جس کی سزا اب نزدیک آ چکی ہے اور اس سے بچنے کی واحد صورت یہی ہے کہ ہم اپنے وعدے کو پورا کریں اور نظام خلافت کو قائم کریں۔ انہوں نے سامعین کو دعوت فکر دیتے ہوئے فرمایا کہ نظام خلافت خود بخود قائم نہیں ہو جائے گا اور نہ ہی اس کو قائم کرنے کے لئے آسمان سے فرشتے اتریں گے بلکہ اس کے لئے انسانوں ہی کو کوشش کرنی ہوگی۔ جب پاکستان کے لوگ معتدبہ تعداد میں اس نظام کو قائم کرنے کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار ہو جائیں گے تو پھر ان کی مدد کو فرشتے بھی اتریں گے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی آئے گی لیکن پہلی کوشش ہمیں ہی کرنی ہوگی۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

لہٰذا ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم اللہ کی جناب میں جھک جائیں اور نظام خلافت کو قائم کرنے کی اجتماعی جدوجہد میں شریک ہو جائیں۔ اس کے بعد آپ نے سامعین سے تحریک خلافت کا معاون بننے کی اپیل کی۔

ہزار سے زائد افراد میں سے کچھ نے یہ خطاب سٹیج کے اوپر نصب شامیانے کے نیچے کھڑے ہو کر' کچھ نے کھلی فضا میں بارش میں بھیگتے ہوئے اور کچھ نے بسوں اور گاڑیوں میں بیٹھ کر سنا۔ اس جلسہ میں شرکت کی غرض سے مظفر آباد سے رفیق تنظیم بشیر عبداللہ قریشی اپنی ویگن میں لوگوں کو لے کر آئے تھے۔ ریوٹ سے ایک بس کے ذریعے لوگ تشریف لائے۔ اسی طرح راولپنڈی اور اسلام آباد سے بھی رفقاء نے مختلف گاڑیوں کا انتظام کیا تھا جس کے باعث بارش کے باوجود جلسہ کی رونق میں کمی نہ آئی البتہ بارش ہو جانے کے باعث بڑی تعداد شرکت سے محروم رہ گئی۔ بہرحال جو اللہ تعالیٰ نے کیا وہی بہتر تھا۔ شاید یہ تربیت بھی ضروری تھی۔ پھر یہ بھی تو ہے کہ اس خواہش کی تشنگی کہ لیاقت باغ میں داعی تحریک خلافت ایک بڑے اجتماع سے خطاب کریں' رفقاء کے دلوں کو کسی اور موقع کی تلاش میں رکھے گی جس میں یہ حوصلے پوری طرح آزمائے جا سکیں۔

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور
پھر آیا چاہتا ہے!

اسے لانے میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی فکر کیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مسترد کر کے خلافت کا علم کسی اور قوم کے ہاتھ میں تھما دے۔

نگران وزیراعظم بلخ شیر مزاری نے اتوار (۲۵ اپریل) کو کراچی میں اسلامی وزرائے خارجہ کی ۲۱ ویں کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے زور دیکر کہا کہ کانفرنس کو ہر طرح کی دہشت گردی کی پرزور مذمت کرنی چاہئے۔ انہوں نے کہا پاکستان نے دنیا بھر میں کسی بھی جگہ دہشت گردی کے خاتمے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ یہی بات مصر کے حسنی مبارک، سعودی عرب کے شاہ فہد، متحدہ عرب امارات کے شیخ زید بن سلطان، الجزائر کے فوجی حکمران، اسرائیل کے رابن، بھارت کے نرسیماراؤ اور دوسرے حکمران کہتے ہیں۔ اسلامی ممالک میں حکومتوں پر مسلط نااہل اور بزدل حکمرانوں کو جو تشویش لاحق ہے وہ قابل فہم ہے۔ انہیں درحقیقت محض یہ فکر دامن گیر ہے کہ کہیں اقتدار ان کے ہاتھوں سے نکل نہ جائے اور اس کے لئے سوائے امریکہ کے انہیں کوئی اور سہارا نظر نہیں آتا لہٰذا اس کا ہر حکم بجالانا ان کی مجبوری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارا یہ عاقبت نااندیش اور بین الاقوامی حالات سے بے بہرہ حکمران طبقہ اس طرح اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کر رہا ہے۔

جہاں تک ان نیک اور صالح نوجوانوں کا تعلق ہے جنہیں امریکہ کی ہاں میں ہاں ملانے والے یہ امریکی پٹھو "دہشت گرد" قرار دے کر جیلوں میں ڈال رہے ہیں اور موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں، وہ اسلام کے لئے اپنا تن، من، دھن قربان کرنے کے لئے تیار نظر آتے ہیں۔ پاکستان میں موجود عرب مجاہدین نے جہاد افغانستان میں جو قابل قدر کردار ادا کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جذبہ جہاد سے سرشار غیرت مند نوجوان اپنی آسائش اور آرام کی زندگی تج کر افغانستان کی سنگلاخ سرزمین پر اللہ کی راہ میں جنگ کرتے رہے ہیں۔ افغانستان اور صوبہ سرحد کے بعض علاقوں، بالخصوص پشاور میں انہوں نے زخمی مجاہدین اور غریب افغان مریضوں کے لئے ہسپتال کھول رکھے ہیں اور یتیم اور بے سہارا بچوں کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت کے لئے مختلف تعلیمی و حفاظتی مراکز اور ادارے تشکیل دیئے ہیں۔ عرب مجاہدین یہ سب کچھ اپنی ذاتی محنت اور سرمائے سے فی سبیل اللہ کرتے رہے ہیں۔

اب اسے کیا کہئے کہ ہمارے نام نہاد مسلمان ممالک میں انہی مجاہدین اسلام کو "بنیاد پرست" اور "دہشت گرد" قرار دے کر انہیں پھانسی کی سزائیں دی جارہی ہیں۔ سودی کاروبار سے عیش و عشرت کے ایوان سجائے جا رہے ہیں۔ نوجوان نسل کو "راک ان رول" کا گرویدہ بنانے کے لئے طرح طرح کے جتن کئے جا رہے ہیں۔

کراچی میں جمع ہونے والے مسلم وزرائے خارجہ کس منہ سے فلسطین، کشمیر، بوسنیا وغیرہ کی بات کرتے ہیں۔؟ انہیں مصر اور الجزائر میں مسلمان حکمرانوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کیوں نظر نہیں آتے۔! کیا انہیں اسرائیل اور بھارت کے وہ بیانات بھی سنائی نہیں دیتے جو ان مسلمان ممالک کے اندر ہونے والے مسلمانوں پر مظالم کے بارے میں آتے ہیں۔؟ کیا انہیں اپنے ممالک میں جاری عیاشیاں اور بدمعاشیاں نظر نہیں آتیں جو حکمران طبقہ کی بداعمالیوں کے نتیجے میں روزمرہ کا معمول بن چکی ہیں۔؟ کیا ان نمرودوں، فرعونوں اور ہامانوں کو اتنا بھی ہوش نہیں کہ وہ تو خود امریکہ کے در کے بھکاری ہیں، فلسطینیوں، کشمیریوں اور بوسنیا کے مسلمانوں کی کیا مدد کریں گے۔؟

مسلمان کبھی دہشت گرد نہیں ہوتا۔ وہ اپنے خلاف ہونے والی تمام سازشوں کا جواب صبر اور استقامت سے دے گا۔ وہ کسی بے گناہ کی جان لینا جائز نہیں سمجھتا۔ مسلمان کا ہتھیار قرآن اور ایمان ہے، کلاشنکوف نہیں۔ اسلام پوری نوع انسانی کے لئے امن اور سلامتی کا دین ہے۔ اب وہ دن دور نہیں جب پوری دنیا کے مسلمان ایک ہو کر دنیا سے ظلم و استبداد کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیں گے۔ ان شاء اللہ

ایک دردمند مسلمان از لاہور

بقیہ افتتاحیہ

بھینس کا اصول کارفرما ہے اور یورپ کی استعماری قوتیں جاتے جاتے لاٹھیاں سب کی سب اپنے ان کارندوں کے ہاتھوں میں تھما گئیں جنہیں نہ ملت سے کوئی سروکار نہ اسلام سے۔

مغربی نظام سیاست کے ہاتھوں مسلسل چرکے کھاتے اور اسلام کے نام پر طرح طرح کے کھیل کھیلتے بالآخر پاکستانی مسلمان بھی تنگ آگئے ہیں اور یہ حقیقت ان پر اب پورے طور پر منکشف ہو جانی چاہئے تھی کہ اسلام کا سیاسی نظام سوائے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے اور کوئی نہیں اور ہمارے درد کا درماں اگر کوئی نظام بن سکتا ہے تو صرف وہی!۔ پھر ستم یہ ہے کہ خلافت کا نام ہم مسلمانوں کے دلوں پر اگرچہ گویا کندہ ہے اور ہمارے حافظے میں اس کے نقوش ایک حسین خواب کی طرح محفوظ بھی ہیں لیکن جمہوریت بلکہ اسلامی جمہوریت کی بھول بھلیوں میں ڈال کر ہمیں فکر و عمل کے انتشار میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کے عوام کو رشد و ہدایت کے سرچشمے یعنی قرآن و سنت کے حوالے سے اور خیر القرون کی تاریخ کے تذکرے کے ذریعے بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ملک حاکمیت جمہور کے لئے نہیں عطا کیا تھا کیونکہ ہم اس زمین پر حاکم نہیں ہیں "احکم الحاکمین کے نمائندے یعنی وائسرائے ہیں اور کتاب ہدایت کی رو سے جو منصب ہمیں تفویض ہوا" اس کا نام "خلافت" ہے، حکومت نہیں۔ وعظ و تعلیم کے ذریعے لوگوں کی ذہنی سطح کو اتنا بلند بھی کرنا ہوگا کہ وہ اسلامی نظام، نظام مصطفیٰ اور نفاذ شریعت کے ناموں سے مسحور ہو کر کسی نئے دام ہمرنگ زمیں میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کی برکات صرف خلافت علیٰ منہاج النبوۃ سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں اور یہی اسلامی نظام کا اصل نام ہے۔

ہمارے عرب بھائیوں کی نئی نسل میں بھی ان دنوں خلافت کا بہت چرچا ہے۔ وہ عالمی خلافت اسلامیہ کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اس کے لئے اپنی سی بھاگ دوڑ میں مصروف بھی ہیں۔ ہمیں ستاروں پہ کمندڈالنے والے ان جوانوں سے محبت تو ہے لیکن اپنے اپنے ملکوں میں جبر و استبداد کے ہاتھوں بے بس ہو کر باہر نکلنے اور دیار غیر میں ڈیرے لگانے والے یہ نوجوان آخر بالفعل کس خطہ ارضی پر خلافت قائم کریں گے؟ یہ سہولت صرف پاکستان کے مسلمانوں کو حاصل ہے کہ دل کی بات زبان پر لا سکتے ہیں، بولنے کے لئے ان کے لب آزاد ہیں اور کسی درجے میں ملکی نظام کو تبدیل کرنے کی کوشش بھی کر سکتے ہیں۔ اس راہ میں مشکلات حائل ہیں لیکن راستہ مسدود بہرحال نہیں۔ آیئے نظام خلافت کے بارے میں آگہی کو عام کرنے کے لئے تحریک خلافت پاکستان سے وابستہ ہو جایئے اور پھر اسے عملاً برپا کرنے کے لئے ایک انقلابی جدوجہد کی بھی ہمت کیجئے جس کا بیڑا تنظیم اسلامی اٹھا چکی ہے۔ ○○

عورتوں کی عصمت دری کا بازار گرم کر رکھا ہے لیکن شور یہ مچا رکھا ہے کہ یہ لوگ دہشت گرد ہیں۔ سوڈان میں عیسائیوں' کمیونسٹوں کے ایک چھوٹے سے باغی گروپ نے گزشتہ ایک دہائی سے بیرونی امداد کے بل پر ملکی سلامتی اور استحکام کے لئے خطرہ پیدا کر رکھا ہے۔ لیکن یہ چند لوگ مظلوم اور سوڈان کی قانونی حکومت اور عوام ظالم قرار پاتے ہیں۔ دنیا میں ایک ہی بم ہے جس کا اپنا ایک مذہب ہے وہ ہے پاکستان کا بم۔ جب امریکہ کو ضرورت ہو تو پاکستان "دوست" قرار پاتا ہے ورنہ دہشت گرد۔ الجزائر میں مسلمان انتخابات میں کامیاب ہو کر آئیں تب بھی جمہوریت کے لئے خطرہ ہیں' پیچھے سے شہہ پا کر فوج نے جمہوریت کی بساط ہی لپیٹ دی لیکن مغرب کے جمہوریت نوازی کے دعویٰ پر کسی قسم کی آنچ نہیں آئی۔ سرب عیسائی بوسنیا میں عورتوں کی بے حرمتی اور عورتوں اور بچوں کے قتل عام میں دنیا کی تمام حدیں پھلانگ گئے لیکن کہا یہ گیا کہ سلطنت عثمانیہ کے دور میں سربوں کی "حق تلفی" ہوئی تھی۔ امریکی حکومت اسرائیل' پولینڈ' مشرقی یورپ اور لاطینی امریکہ میں مذہب اور سیاست کے ملاپ کو قطعاً عیب نہیں سمجھتی لیکن اسلام کے معاملے میں جدید دور کے تقاضے پامال ہونے کا خدشہ ابھر کر اس کے سامنے آجاتا ہے۔

"اسپازیٹو" کے مطابق مغربی طاقتوں کی جمہوریت نوازی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ حقیقی عوامی تحریکوں کے حوالے سے عوام کا یہ حق تسلیم کریں کہ وہ اپنے ہاں اپنی مرضی کی حکومت اور قیادت کا انتخاب کر سکتے ہیں چنانچہ بعض دوسرے اصحاب کے برعکس انہوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ امریکہ کو اصولی طور پر کسی جگہ اسلامی قوانین کے نفاذ یا حکومت میں اسلامی ذہن رکھنے والے لوگوں کی شمولیت پر اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ ان کے خیال میں یہ ضروری نہیں کہ اسلام اور بیشتر اسلامی تحریکیں لامحالہ مغرب مخالف' امریکہ مخالف یا جمہوریت مخالف ہی ہیں' یہ تحریکیں دقیانوسی مفروضات پر مبنی رائج نظام ہائے حکومت اور مطلق العنان حکمرانوں کے خلاف صف آراء ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان تحریکوں سے امریکی مفادات کو خطرہ لاحق ہے۔ ڈاکٹر اسپازیٹو کو ابھی سے "مغرب مخالف اسلام کا مجاہد" کا نام دیا جا رہا ہے لہٰذا یہ امکان کم ہی نظر آتا ہے کہ ان کی باتوں پر کان دھرا جائے گا۔

ہماری سیاست

سیاست ہماری فقط خاک بازی
کہ مردان بے کار کی کار سازی
بہرگام برپا ہیں جھگڑے' جھمیلے
لگے جابجا ہیں سیاست کے میلے
کبھی ملک توڑیں' بنام سیاست
نئے جوڑ جوڑیں بنام سیاست
دکھاتے ہیں کیا کیا تماشے مداری
یہ بچے جمورے ہوس کے پجاری
فقط ان کو مطلوب کرسی کا جھولا
فقط اس کی خاطر ہے دم ان کا پھولا
بنام سیاست محب وطن ہیں
حقیقت میں تخریب کار چمن ہیں
اصول ان کا سب سے بڑا بے اصولی
سیاست مفادات کی ہے وصولی
مریں یا جیئیں ہم' نہیں ان کا رونا
کہ لاشیں ہماری ہیں ان کا کھلونا
وطن کا بدن نوچ کر کھا رہے ہیں
کبھی آ رہے ہیں' کبھی جا رہے ہیں
انہی کی فتوحات کا ہے کرشمہ
بنام سیاست کئی مارشل لاء
کہ سینہ ہمارا تو چھلنی ہوا ہے
مگر شوق ان کا بہردم سوا ہے
خدا ان کو بخشے' خدا ان کو سمجھے
دعا ہے اٹھائے خدا ان کو ہم سے

("نوائے وقت" کے شکریہ کے ساتھ) ——— غلام رسول ازہر

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184